ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین

مبارکیں تجھے دیتا ہوں صد ہزار اے قوم ☐ ترے چمن میں پھر آئی ہے نو بہار اے قوم
بہار دیکھی بہت لالہ زار کی تو نے ☐ ذرا تو مجھ سے بھی سن اپنا حال زار اے قوم

رسالہ عجالہ نافعہ

تارپیڈو

یا

چھوت کا بھوت

مؤلفہ

خادم اسلام خاکسار میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق قادیان

بار چہارم بماہ اگست ۱۹۳۱ء

صرف فاضل اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں مؤلف پرنٹر نے باہتمام خود طبع کرا کر

مقام اشاعت قادیان — شائع کیا — پبلشر میر قاسم علی

قیمت علاوہ محصول ڈاک فی نسخہ ۲ر

طبع چہارم کا دیباچہ

یہ وہ رسالہ ہے۔ جس میں اُس چھوت چھات کے جو ہندو لوگ مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ تمام نقصان دکھا کر مسلمانوں کو اسی طرح ہندوؤں سے چھوت چھات کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔ اور واقعات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ چھوت چھات سے مسلمانوں کا بیحد مالی نقصان ہُوا ہے۔ اور تمام اقسام کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ جس سے مسلمان بالکل مفلس اور برادران وطن کے دست نگر بن گئے ہیں۔ اور وہ تجویزیں بتائی گئی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے مسلمان تجارت کر کے اپنی حالت سنوار سکتے ہیں۔ ورنہ بصورت دیگر مسلمانوں کو ہندو دوسری اچھوت اقوام مثل چوہڑے چمار کے ہندوستان میں کر دینگے۔

پہلی مرتبہ یہ رسالہ تارپیڈو نام سے دسمبر ۲۳ء میں طبع ہُوا۔ اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ دوبارہ پھر ۱۸۲۵ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ سہ بارہ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں طبع ہُوا۔ اور اس کی مانگ روز بروز بڑھتی گئی۔ اس لئے اب چوتھی مرتبہ اگست ۱۹۳۱ء میں طبع کیا گیا ہے۔ اب اشاعت سے پہلے درخواستیں پہنچ چکی ہیں۔ اس لئے اسکی ضرورت کو محسوس کرنے والے دوست جلد سے جلد اس کو خرید کر ہر مسلمان شہری اور دیہاتی کے ہاتھ میں پہنچا دیں۔ جو اس کار خیر میں مدد دینگے۔ وہ عند اللہ بہت بڑے ثواب کے مستحق ہونگے۔

(مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

چھوت کا بھوت

چھوت چھات مذہبی مسئلہ نہیں

یہ وہ منحوس رسم ہے۔ جسکا تختۂ مشق ۸ سو سال سے مسلمانان ہند رہ کر آج تک خاموش ذلت کو گوارا کرتے رہے۔ محض اس غلط فہمی سے کہ برادران وطن کا یہ کوئی مذہبی [illegible]ق ہے۔ اسلئے قابل درگذر اور ناقابل التفات ہے۔ لیکن آج انہیں معلوم ہو گیا [illegible] در اصل یہ کوئی ہندوؤں کا دھارمک طریق (مذہبی مسئلہ) نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو [illegible]ل کرنے اور ان سے روپیہ حاصل کرنیکا آلہ ہے۔ جسکا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔

[illegible]وت چھات اور سوامی دیانند چنانچہ آریوں کا مہرشی دیانند تسلیم کرتا ہے۔ دیکھو "جیون چرتر کلاں مرتبہ لیکھرام" جس میں لکھا ہے۔ کہ

"سوامی جی ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں سے اس بات میں متفق ہیں کہ ذات کچھ چیز نہیں ہے۔ آپ میں کھانے پینے کا پرہیز جان دفریں اس

ملک میں جاری ہے۔ اور ایک مدت سے چلا آیا ہے۔ وہ سوامی جی کے نزدیک جھوٹا ہے۔ ویدوں میں اس دستور کی اصل نہیں۔ (دیانند چرتر کلاں صفحہ ۳۰۱)

پھر علیگڈھ میں سوامی صاحب سے کنور جوالا پرشاد پاٹھک نے سوال کیا۔ کہ:-

"غیر قوم و مذہب والوں کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا چھوا ہوا کھانے سے وید وکت دھرم والوں کو نقصان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور اسمیں کچھ برائی یا بھلائی ہے یا نہیں"

سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ نہ کچھ برائی ہے نہ بھلائی"۔ (صفحہ ۳۸۵ جیون چرتر کلاں)

اس دیانندی جواب سے یہ تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ چھوت چھات کا حکم ویدوں میں نہیں اور نہ یہ کوئی مذہبی مسئلہ ہے۔ مگر یہ روشن خیالی آرین سوامی کی صرف تعلیم یافتہ ہندو ینگ مین پارٹی کے دباؤ سے ہے۔ ورنہ جہاں عام ہندوؤں سے مکالمہ ہوتا ہے، وہاں وہی آبائی رواج سے دیانند کا سینہ تنگ نظر آتا ہے۔ جیسا کہ "فرخ آباد کے پنڈتوں کے سوالات اور سوامی جی کے جوابات" سے ظاہر ہے۔ فرخ آبادی پنڈتوں کا ستر ھواں سوال یہ تھا۔ کہ:-

"اگر محمدی یا عیسائی مت انویائی (یعنی مسلمان یا عیسائی) کوئی آپکے انوسار ہے۔ اور آپکے مت میں ڈرڑ وشواشی ہو۔ تو اس کا پاک کیا ہوا (پکایا) بھوجن آپ اور آپکے مت انویائی (ہم مذہب) کر سکتے (یعنی کھا سکتے) ہیں یا نہیں"۔ (جیون چرتر صفحہ ۵۱۶)

اس کا جواب اپنی قدیمی مذہبی تنگ خیالی سے سوامی یہ دیتا ہے۔ کہ

"کیا تم نے اندھیر میں گر کر کھانا پینا مل موتر (پیشاب پاخانہ) کرنا۔ جوتی۔ دھوتی۔ انگرکھا دھارن کرنا (پہننا) سونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ دھرم مان رکھا ہوگا۔ ہائے افسوس ہے ان کومتی (ناداں بیوقوف) ہر شخص پر جگے باہر اور بھیتر کی درشٹی (عقل) پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ جو کہ جوتا پہننا نہ پہننا دھرم مانتے ہیں۔ سنو اور آنکھ کھول کر دیکھو۔ کہ یہ سب اپنے اپنے بیوہار ہیں" (ایضاً صفحہ ۵۴۷)

ناظرین فرخ آباد کے پنڈتوں کے سوال کا جواب جو مہرشی صاحب نے بکمال افسوس دیا ہے۔ وہ سوامی کی قابلیت اور سخن شناسی کی پوری پردہ دری کر رہا ہے۔ اور سوامی جی سے زیادہ ہمکو افسوس دلا رہا ہے۔ کہ اصل سوال کو جوتی۔ دھوتی میں ڈالکر بالکل غیر متعلق تقریر کردی۔ بھلا پنڈتوں نے یہ کب پوچھا تھا۔ کہ جوتہ۔ دھوتی۔ انگرکھا پہننا یا ہگنا موتنا۔ سونا۔ جاگنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا دھرم ہے۔ یا بے دھرمی ہے۔ جو سوامی جی کو اس کی تردید میں اظہار افسوس کرکے کہنا پڑا۔ کہ بیوقوف لوگ اسکو دھرم سمجھتے ہیں۔ پنڈتوں کے سوال کا صاف صاف اور کھلا مطلب یہ تھا۔ کہ آپ اور آپکے چیلے کسی محمدی یا عیسائی کا پکایا ہوا کھانا۔ اور جھوٹا ہوا دانہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کوئی بتائے کہ اس اصلاح دیش کے دعویدار صاحب نے سوائے اظہار افسوس کے اس کا کیا جواب دیا۔ اور یہ افسوس ہی صرف برائے بیت تھا۔ کہ جسکے ذریعہ گریز کی راہ نکالی۔ لیکن گریز سے کبتک کام چلیگا۔ جواب دینا ہی ہوگا۔

چنانچہ داناپور علاقہ بہار میں سوامی جی پہنچے۔ تو وہاں ایک سوداگر جونس نام نے کہا کہ آپ چھوت چھات کیوں مانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھانے میں کیا عذر ہے۔ یہاں سنیاسی جی سے کوئی حیلہ تو بن نہ آیا۔ مگر ایک عذر نامعقول کی آڑ لیکر جواب دیتے ہیں کہ

"کسی کے ساتھ کھانے یا نہ کھانے میں۔ ہم دھرم ادھرم نہیں مانتے یہ سب باتیں دیش یا جاتی (قوم) کے رواج سے تعلق رکھتی ہیں۔ اصل دہرم سے نہیں جو سمجھدار ہیں سو بے بلا ضرورت اپنے دیش یا رواج کیخلاف کام نہیں کرتے" (جیون چرتر کلاں ص۵۰۱)

دیکھو یہاں دیانند جی مہاراج نے چھوت چھات کی پابندی کا صاف اقرار کیا البتہ اسکے داخل دہرم (مذہب) ہونے سے انکار کیا۔ اور وجہ یہ بتلائی۔ کہ چونکہ یہ دیش (ملک) کا رواج ہے۔ لہذا بلا ضرورت دیش کے رواج کیخلاف عمل کرنا سمجھدار آدمی کو مناسب

نہیں۔ غرضیکہ آریوں کا ممبر شی ہندو تعلیم یافتہ پارٹی اور قدیمی ہندو ہر دو فریق کو خوش رکھتا ہوا۔ ایک طرف چھوت چھات کو دھرم سے خلاف اور دوسری طرف دیش کا رواج بتکر اس نا معقول رسم کو مٹانا نہیں چاہتا۔ یہ کیوں بمحض مسلمانوں کے ساتھ دلی تعصب اور کینہ کی وجہ سے۔

مسلمانوں سے چھوت چھات

ہندو قوم کے ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک مردوں سے لیکر عورتوں تک بچوں سے لیکر جوانوں تک۔ ناخواندوں سے لیکر پڑھے لکھے ہوؤں تک مسلمانوں کو کتوں چوہڑوں چماروں سے بھی بدتر خیال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ ایک معزز اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کے مسلمان کے چھوئے ہوئے پانی اور کھانے کو ناپاک سمجھ کر ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ کھانا تو در کنار۔ اس کیخلاف کسقدر شرم اور غیرت کا مقام ہے۔ کہ ہندو خواہ کتنا ہی غلیظ ہو۔ اور جس کے کپڑے گندگی سے ایسے میلے اور خراب ہو گئے ہوں۔ کہ ان کی طرف دیکھنے سے ہی قے آنے لگے۔ اور جنکی بدبو سے دماغ متعفن ہو جائے اور جنکے بدن پر غلاظت اور میل کچیل کی اس قدر تہ چڑھ گئی ہو۔ کہ ذرا سا پانی پڑنے پر وہ خمیر کی طرح جسم پر پھول جائے۔ اسکے ہاتھ سے وہ مسلمان جسکو طہارت اور پاکیزگی کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو ہمو قتہ طہارت وضوء سے اپنے جسم اور پارچات کو مذہباً پاک رکھنے کا مکلف ہے۔ جسکے کپڑے پر اگر ایک قطرہ بھی کسی پلیدی کا پڑ جائے۔ تو وہ جبتک کہ اسکو پانی سے پاک نہ کرے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ہر ایک خوردنی چیز لیکر کھالے اور وہ اپنے مذہب کی لطافت اپنی شرافت اور پاکیزگی کی حرمت کا خیال دل میں نہ لائے؟ کتنی قابل شرم بات ہے۔

حلوائی کی دوکان ۔ ایک معزز مسلمان جو ایک مشک پانی سے غسل کرتا ہے،

ہیر سوپ سے بدن کو رگڑتا ہے۔ نہایت صاف استری شدہ لباس پہنتا ہے۔ اسپر لیونڈر اور عطر ملتا ہے۔ ہاتھ پر اگر ذراسی قلم یا ہولڈر کی سیاہی لگ جائے۔ تو صابن سے دھوکر تولیئے سے پونچھتا ہے۔ جسکے پاس سے گذر جانے پر دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ وہ ایک ایسے ہندو حلوائی کی دوکان پر پہنچتا ہے۔ کہ جسکے پاجامے انجن کے خانسامین کی طرح کالے ہو کر چکنائی کے ہاتھ کرنے اور دھوتی کو بار بار ملنے سے آئل کلاتھ بنے ہوئے ہیں۔ چار آنہ دیکر حلوا پوری لینا چاہتا ہے۔ تو وہ غلیظ الجسم حلوائی اسکو پہلی بات ہی یہہ کہتا ہے۔ کہ "میاں جی ذرا پراں رہ تھال بھٹے جاندے نیں"۔ اجناب ذرا دور کھڑے رہیئے۔ کیونکہ مٹھائی کے تھال آپ کے ہاتھ کا سایہ پہنچنے سے ناپاک ہوتے ہیں) وہ بیچارہ اپنا سا منہ لیکر چیو ہڑے کیطرح پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آگے پوری بنانے والا حلوائی کا نوکر جو پوریاں کڑاہی سے نکال رہا ہے۔ اسکو دیکھو۔ تو اسکے ہاتھ میں میدے کا ایک پیڑا ہے۔ جسکی کچوری بنا کر کڑاہی میں ڈال رہا ہے۔ کہ اتنے میں اسکو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ جھٹ بھٹی کے آگے سے اٹھ دوکان سے نیچے اتر بازار کی نالی میں شر شر موتنے لگا۔ اوپر سے گدی نشیں حلوائی نے آواز دی "ہوئے کتھے گیا ایں۔ جھیتی آ پوریاں کڈھ" تو کہاں بکیا جلدی آکر کچوریاں نکال کر دے) اس آواز نے اسکے پیشاب کو بیچ در ملں بیچ بر ملں رکھا۔ اور دھوتی میں بوندیں ٹپکتا ہوا۔ فوراً بھٹی پر آبیٹھا۔ اور اس گندے ناپاک پلید ہاتھوں سے لگا ٹپ ٹپ کرکے کچوریاں بنانے۔ میاں جی مسلمان ابھی تازہ کچوریوں کے امیدوار دیکھ طرف کھڑے ہیں۔ اور دیکھتے کیا ہیں۔ کہ لالہ جی کے دوسرے ملازم نے ایک کڑاہی میں قند کا شیرہ ڈال کر اس میں جلیبیاں چھوڑ دی ہیں۔ اور کڑاہی دوکان کے آگے نیچے رکھکر دوسرے کام میں مصروف ہو گیا۔ کہ سگ دیوتا اپنی دکھشنا لینے کیلئے آئے۔ اور بے تکلف کڑاہی میں سے چپڑ چپڑ شیرہ نوش جان فرمانے لگے۔ میاں جی نے بڑے جہا تما حلوائی سے کہا۔ کہ لالہ جی

کتا جلیبیاں کھا رہا ہے۔ وہ اوپر سے بولے "دُر دُر کُتیا"۔ ملازم سے کہا۔ کہ کڑاہی اٹھا کر اِدھر لے آ۔ اس سگ نوشیدہ کڑاہی کو وہ اٹھا کر اوپر لے گیا۔ اور ایک سڑے ہوئے پرانے دیارچہ (کاہڑہ) سے اس کو ڈھک دیا۔ کہ مکھیاں نہ پڑیں۔ تھوڑی دیر میں مسلمان گوجر دودھ لیکر آیا۔ لالہ جی نے حکم دیا۔ کہ نیچے ایک کڑاہی جس میں ٹانگ اٹھا کر کتا پیشاب کر گیا ہے۔ دیوار سے لگی ہوئی رکھی ہے۔ اسمیں چھان کر دودھ ڈالدے گوجر کڑاہی میں دودھ ڈالکر چلدیا۔ کہ شیر خوار کتے نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور اسمیں سے سیر آدھ سیر دودھ غٹ غٹ ڈکار رفو چکر ہوا۔ لالہ جی نے دودھ کو ایک سیر کم پاکر ایک گڈوا پانی کا اسمیں ڈال کر اپنی ادسط پوری کرلی اور کڑاہی کو اٹھوا بھٹی پر گرم ہونے کیلئے رکھدیا۔ اس سارے قصے کے بعد میاںجی کو گرم گرم کچوریاں اور حلوا دیا گیا۔ جسکو وہ نہائیت شوق سے لیکر چلدیئے۔

آہ! کس قدر ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ میاںجی کو یہ سب کچھ آنکھوں دیکھکر بھی کوئی غیرت کوئی شرم کوئی پرواہ نہیں۔ اور بے دھڑک دودھ مٹھائی۔ حلوا۔ پوری لڈو جلیبی وغیرہ کتوں کا پس خوردہ لیئے چلے جاتے ہیں۔

ناظرین یہ واقعات ہیں۔ رات دن ہر ایک نے دیکھے ہیں۔ ان سے انکار سوائے کور چشم کے کوئی نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کے کان پر کیڑی تک نہیں رینگتی۔ اور اپنی ذلت پر فرحاں ہیں۔ کیا اسلامی غیرت کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے۔ کہ جو قوم مسلمانوں کی اس طرح توہین اور ہتک کرکے پھر اس طریق عمل سے جو چھوت چھات کا ہے انکی ذلت پر خود ان کو ہی گواہ ٹھہرائے۔ اور خود پاکی اور طہارت۔ گئو موتر اور گوبر لگانے کے پیشاب اور گوبر سے کرنے والی ہو۔ وہ اپنے ہاتھ کا چھوا ہوا نہیں۔ بلکہ اپنی میل کچیل اور ناپاکی کا مرکب حلوا۔ پوری ہی نہیں۔ بلکہ کتوں کا جوٹھا دودھ جلیبی مسلمانوں کو کھلائے۔ اور مسلمان اسکو اپنی اور اسلام کی شان کیخلاف نہ سمجھیں۔

مسلمانو! سوچو!! اور غور کرو!!! کہ کیا یہی غیرت اسلامی ہے؟ کیا یہی تمہاری خودداری

اور وفاداری ہے۔ خدا کرے کہ تم ہوش میں آؤ۔ اور اس ذلت سے اسلام کو اور اسلام کا نام لینے والوں کو بچاؤ۔

پانی کا پیاؤ

کون شخص اس سے بیخبر ہے۔ کہ جہاں جہاں ہندوؤں کیطرف سے لوگوں کو پانی پلانیکے واسطے پیاؤ جاری ہیں۔ انپر کوئی کہار یا برہمن وغیرہ پانچ سات روپیہ ماہوار تنخواہ پر بٹھایا جاتا ہے۔ اسکی حیثیت ایسی ہوتی ہے۔ کہ کوئی اسکے ہاتھ سے بیر بھی لیکر نہ کھائے۔ وہ کس طرح پلاتا ہے۔ اسطرح کہ جب کوئی معمولی سے معمولی حیثیت کا غلیظ سے غلیظ ہندو آئے۔ تو اسکو گڈوی یا گلاس سے پلاتا ہے۔ مگر مسلمان چوہڑہ۔ سانسی۔ چمار پانی پینے آئے۔ تو ان سب کو ایک گھاٹ سے جو الگ بنائی جاتی ہے۔ یا بانس کی پوری اور ٹین کی نلکی میں ڈالکر پانی پلایا جاتا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ ہندوؤں کے نزدیک ہر ایک پوزیشن کا مسلمان ایک چوہڑہ اور چمار اور سانسی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے اگر مسلمانوں کی تذلیل مدِ نظر نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی حال ریلوے اسٹیشنوں پر ہندو پانی پلانے والوں کا ہے۔ وہ ہندوؤں کو تو گڈوی یا گلاس سے پانی پلا دیتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کو چوہڑوں کی طرح چپّے سے اور اگر چپّا نہ ملے تو پانی پلانے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر مجبوراً پلانا ہی پڑے تو اسوقت اس گڈوی یا گلاس کو جس سے پانی بالٹی میں سے نکالکر اوک وبگ اسکے ذریعہ پلاتے ہیں۔ مٹی مل کر پاک کرتے ہیں۔ اس سے بڑھکر بھی کسی اور ذلت اور بیگانگی کا مسلمانوں کو اپنے برادرانِ وطن سے انتظار ہے؟ پھر دیکھو ایک ہندو کے پاس اگر کوئی شریف سے شریف معزز مسلمان بیٹھا ہو۔ اور اس ہندو نے ایک پیسہ کی پکوڑیاں یا دھیلے کے چنے کھانے ہوں۔ یا پانی پینا ہو۔ تو یا تو اس مسلمان صاحب کو حکم دیں گے کہ آپ ذرا اُٹھکر نیچے یا باہر دوکان سے ہو جائیں ہمنے پکوڑیاں کھانی اور پانی پینا ہے۔ اور اگر وہ مسلمان زیادہ وجیہ اور معزز ہے۔ یا لالہ صاحب نے اس کی

حجامت بنانی ہے۔ یعنی کچھ لین دین کرنا ہے۔ تو لاچار خود اس کے پاس سے اُٹھ کر دوسری جگہ جاکر کھاپی لیں گے۔ اب بتاؤ۔ کہ کیا یہ طرزِ عمل مسلمانوں کو حقیر اور ناپاک سمجھنے کیلئے کافی نہیں ہے۔ سوچو! اور سمجھو!!

مسلمانوں سنو! اور اپنی بے عزتی پر سر دُھنو!

چھوت چھات سے اتراد کی ہندوؤں کا یہ منشا ہے۔ کہ وہ اپنے اس طریقِ عمل سے پاک اور صاف اور معزز ثابت ہوں۔ اور مسلمان ناپاک اور ذلیل اور ادنےٰ جیسا کہ غریب چوہڑے اور چمار جو ہندوؤں کے ظلم کے ستائے ہوئے اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ آج تک برادرانِ وطن کے اس رواج چھوت چھات کا اثر مسلمانوں کے مال اور ان کی عزت کو کھونے والا تھا۔ مگر اب انکے اس مذہب کو نقصان پہنچانیوالا ثابت ہو رہا ہے۔ جس کو مسلمان اپنے ماں باپ اہل و عیال مال و جان سے افضل سمجھتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز کو مذہب پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ جو راجپوت ملکانے کسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان سے ہندوؤں نے چھوت چھات شروع کی۔ اور عملاً ان کو ذلیل سمجھا۔ اُدھر ملکانوں نے بھی یہ دیکھا۔ کہ نہ صرف ہم ہی ذلیل ہیں۔ بلکہ ہندوؤں کی نظر میں تو بڑے بڑے معزز اور دولتمند نواب اور رئیس بھی ذلیل ہیں۔ یہاں تک کہ امیر کابل بعد نظام دکن یا شریف مکہ اور سلطان روم بھی اپنے ہاتھ سے پانی کا گلاس بھر کر ایک ادنےٰ ہندو کو پینے کیواسطے دے۔ تو وہ ہرگز نہیں پیئے گا۔ تو ملکانوں کے دلمیں یہ امر راسخ ہو گیا۔ کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان واقعی ذلیل ہیں تبھی تو ہندو مسلمان سے چھوت کرتے ہیں۔ اور مسلمان معزز نہیں۔ کیونکہ اوّل تو مسلمان ہندوؤں سے چھوت نہیں کرتے انکے ہاتھ کی پکی ہوئی ہر چیز کھا لیتے اور ان کا پانی پی لیتے ہیں۔ دوسرے چوہڑوں کیطرح وہ دور

مسلمانوں کو تمام خوردنی اشیا دیتے ہیں۔ جنکو وہ بخوشی قبول کرکے لے لیتے ہیں۔ اور اس بات پر راضی ہو جاتے ہیں کہ کتے کی طرح ان کے ٹکڑے شوق سے کھا لیں۔

دوسری دلیل وہ مسلمانوں کے ذلیل اور ہندوؤں کے معزز ہونیکی یہ دیتے ہیں۔ کہ دیکھو! مسلمان ایک چوہڑے اور چمار اور سانسی کے ہاتھ کا پکا ہوا۔ اور چھوا ہوا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے جس سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان ان قوموں کو اپنے سے حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اسلئے تو ان کے ہاتھ کا کھاتے پیتے نہیں۔ اگرچہ مسلمانوں نے غلطی سے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایک چوہڑے کو ذلیل اور ادنےٰ خیال کر لیا اور ایک ہندوؤں کی جو مسلمانوں کو چوہڑوں سے بھی زیادہ ناپاک جانتے ہیں معزز جان کر انکے ہاتھ کا کھانا پسند کیا۔ حالانکہ مذہبی حیثیت اور انسانی اعتبار سے مسلمانوں کے نزدیک ایک چوہڑا اور ایک ہندو یکساں ہیں۔ مگر چوہڑے کے ہاتھ کا نہ کھانا اور ہندو کے ہاتھ سے کھانا۔ عملی طور پر ملکانہ راجپوتوں کو اس طرف لیجا سکتا ہے کہ مسلمان بمقابلہ ہندوؤں کے وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو چوہڑے بمقابلہ مسلمان کے رکھتے ہیں۔ جسطرح ہندو مسلمان کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ اسی طرح مسلمان چوہڑے کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ اور جسطرح چوہڑے مسلمانوں کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں۔ پس ہندو مسلمان کے مقابلہ میں معزز ہیں اور مسلمان چوہڑوں کے مقابلہ میں اعلےٰ ہیں۔ بنا بریں اس بد رسم چھوت چھات نے ملکانوں کو اس امر پر مجبور کر دیا۔ کہ وہ مسلمانوں میں نہ رہیں۔ بلکہ خیال کر لیا۔ کہ دنیا میں صرف ہندو ہی ایک معزز قوم ہے۔ جو کسی غیر ہندو۔ عیسائی یا مسلمان کے ہاتھ کا نہیں کھاتی۔ ایسی معزز قوم میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ دیکھ لو چھوت چھات نے ہمکو ذلیل بھی کیا۔ مالی طور پر بھی ہم گر گئے۔ اب ہمارے گھروں پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ کیا اب بھی مسلمانوں تمہاری رگ حمیت و غیرت جوش میں نہیں آئیگی۔ اب تو اس چھوت چھات نے تمہارے مسلمان

بھائیوں کو ارتداد کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ فللّٰہ غور کرو۔

مسلمانوں کی ذلت پر آریہ گواہی۔

میں نے اوپر بتایا ہے۔ کہ چھوت چھات نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور یہ رسم محض سیاسی بناء پر ہندوؤں نے اپنے آپ کو افضل اور معزز ثابت کرنے کیواسطے جاری کی ہے۔ ورنہ وہ پاکیزگی اور صفائی میں کسی طرح بھی مسلمانوں سے افضل نہیں ہو سکتے۔ جو قوم ایک گلاس پانی سے ہگ کر چوتڑ دھو لیتی ہے۔ جو دو گڈوی پانی سے اشنان کر لیتی ہے جسکو حلت وحرمت پاکی۔ ناپاکی کی ایک ذرا بھی تمیز نہیں ہے۔ وہ کسطرح اس قوم سے پاکیزگی اور طہارت وصفائی میں افضل ہو سکتی ہے۔ جو قوم کہ مذہباً ایک قطرہ پیشاب کے لگ جانے سے نماز کے قریب نہیں جا سکتی۔ جب تک کہ اس پارچہ کو پاک نہ کرے جو پانچ وقت وضو جیسی مطہر رسم کی پابند ہے۔

غرضیکہ چھوت چھات سے یقیناً مسلمانوں کو ذلیل اور حقیر سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ اسکی تازہ شہادت آریہ اخبار کیسری کے ایڈیٹر مہاشہ کیور کی زبان سے سن لیجیے۔ ایڈیٹر مذکور روزانہ اخبار کیسری مورخہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۲۳ء کے صفحہ ۲ کالم اول پر زیر سرخی بے زبان گائے کی گردن پر مسلمانوں کی چھری "دگر عیسائیوں کی چھری کا نام نہیں لیتا" لکھتا ہے۔ کہ "ہندوؤں نے چھوت چھات کا ایک ایسا سوشیل مسئلہ نکالا کہ مسلمانوں کو پولیٹیکل طور پر زبردست ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں کی بزرگی کا سکہ ماننا پڑا۔ اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو سوشیل اور مذہبی طور پر اپنے سے کمتر ثابت کر کے اپنی دھارمک (مذہبی) بزرگی قایم رکھی"

اے اسلام کے مدعیو! ذرا اس دھوتی بند لالہ کے زیر خط فقروں کو ملاحظہ کر کے بتاؤ۔ کہ کیا یہ واقعی تم کو حقیر اور ذلیل اور ادنےٰ ثابت کرنے کیلئے ہی یہ چھوت چھات کا طریق ایجاد نہیں کیا؟ ایک ہندو آریہ اقرار کر رہا ہے۔ کہ یہ چھوت چھات کا مسئلہ مسلمانوں کو

اعلیٰ ہونے کی غرض سے آمد مسلمانوں کو اپنے سے **حقیر اور کمتر** ثابت کرنے کے لئے ہندوؤں نے نکالا تھا۔

کیسری اخبار کے آریہ ایڈیٹر نے جو دعویٰ کیا ہے۔ کہ چھوت چھات مسلمانوں پر ہندوؤں کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ہے۔ اس کو ہم مانتے ہیں۔ اسی لئے جبکہ ہم اس کو سمجھ چکے ہیں۔ کہ چھوت چھات سے سوائے مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل اور نقصان رسانی کے اور کوئی غرض نہیں۔ تو ہم نے اپنے بھائیوں۔ اسلام کے نام لیواؤں کو اس سے بزور آگاہ کرنا چاہا ہے۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ خدا کے فضل سے مسلمان اول تو ہمارے بغیر بتائے ہی سمجھ چکے تھے۔ کہ یہ چھوت ہماری ذلت کا موجب ہے۔ مگر اب جب کہ تم نے خود ہی اقرار کر لیا ہے۔ کہ واقعی مسلمانوں کو کمتر اور اپنے آپ کو بزرگ اور افضل ثابت کرنے کے لئے ہندوؤں نے یہ چھوت چھات کا پاکھنڈ نکالا تھا۔ تو ہر غیرت والا مسلمان کبھی گوارہ نہیں کرے گا۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کا ذلت کی طرف ہی رُخ رہنے دے وہ تمہاری چھوت چھات کو تمہارے منہ پر دے مارے گا۔ تھوڑے دنوں صبر کرو۔ اور دیکھو

نفرت کی حد ہو گئی

} کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

لاہور کا آریہ اخبار "پرکاش" جس کا ایڈیٹر آریوں کی مرکزی کمیٹی پرتی ندھی سبھا کا سکرٹری اور نوجوان بی۔ اے ہے برخلاف کیسری کے ایڈیٹر کے چھوت چھات کو ہندوؤں کی خرابی بتاتا ہوا ۳ جون ۱۹۲۳ء کے "پرکاش" میں لکھتا ہے۔ کہ

"کیا ہندو جو خرابیاں ترک کرتے جائینگے۔ مسلمان ان کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا جائیگا۔ اگر ایسا ہے۔ تو ایسے دوستوں کی موجودگی میں مسلمانوں کو دشمنوں

کی کیا ضرورت ہے؟"

مسٹر کرشن ایڈیٹر پرکاش کے خیال خام میں چھوت چھات کو ہندو برائی سمجھ کر ترک کر رہے ہیں۔ اور مہاشہ کرشن کی اس مزعومہ خرابی اور برائی کو مسلمان اختیار کرنے لگے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے چھوت چھات کرنیکا مشورہ دینے والے دوست نما دشمن ہیں۔ جو ہندوؤں کی متروکہ خرابی کے مسلمانوں کو اختیار کرنے کا سبق پڑھاتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر پرکاش کو اپنے گورو مہاراج سوامی دیانند صاحب کی تعلیم کے متعلق چھوت چھات کا پتہ نہیں۔ جو ایسا لکھ دیا۔ اور پتہ کیونکر ہو۔ آپنے کبھی دیانندی لٹریچر کو پڑھا ہی نہیں۔ جیسا کہ اس کے سیکنڈ سوامی درشنانند معرفت کرپا رام نے اپنے ٹریکٹ میں جسکا نام "ایڈیٹر پرکاش اور دھرم پال" ہے۔ ایڈیٹر پرکاش کی نسبت میں ارقام فرمایا ہے۔ کہ پرکاش کا

"ایڈیٹر آریہ سدھانتوں سے محض ناواقف ایک معمولی انگریزی کا بی۔ اے ہے۔ وہ آریہ سدھانتوں۔ (عقائد واصول) کو جب جانتا ہی نہیں۔ تب اسکے آریہ سدھانتوں کے متعلق بحث کیا کرنی ہے (صہ ۲) ویدک دھرمی آریہ سماجیں آپ کو سو روپیہ ماہوار پانے والا پرتی ندھی سبھا کا پنڈا یا پجاری ہی تسلیم کرتے ہیں"

(منقول از ٹریکٹ مذکور مطبوعہ راجیشوری پریس راولپنڈی)

ایک دوسرے ٹریکٹ میں۔ جسکا نام "پرکاش اور اندر کا فیصلہ" ہے۔ یہی سوامی درشنانند صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"ایڈیٹر پرکاش جس کے جھوٹ مسلمہ ہیں۔ آریہ سماج کے اندر کیسے نظر آتا لیکن پرکاش پارٹی کے مسلمہ لیڈر (لالہ منشی رام حال شردھانند) اور ایڈیٹر پرکاش کی حالت کانشنس کا خون کرتے کرتے اس قسم کی ہوگئی ہے

کہ اب ان کو جھوٹ اور سچ کی تمیز ہی نہیں رہی" صفحہ ۲

(منقول از ٹریکٹ مذکور مطبوعہ راولپنڈی پریس)

ان دونوں سرٹیفکٹوں کو پڑھ کر جو کہ ایک مسلمہ لیڈر آریہ سماج کی قلم سے ایڈیٹر پرکاش کو عطا ہوئے ہیں۔ مسٹر کرشن کا چھوت چھات کو ہندوؤں کیلئے خرابی کا طریق قرار دینا اور غلط طور پر یہ کہنا۔ کہ ہندو اس کو ترک کر رہے ہیں۔ اپنی قدیم عادت دروغ گوئی اور آریہ لٹریچر سے ناواقفی کا موجب نہیں تو اور کیا ہے؟

ایڈیٹر پرکاش کی دیانتداری لٹریچر سے ناواقفی!

اور سنو! مسٹر کرشن بی۔ اے ایڈیٹر پرکاش کا گورو سوامی دیانند تو چھوت چھات کی بڑی پابندی کرنا اور کرانی چاہتا ہے۔ آریہ مہرشی نمبر ۸۲ سنہ ۱۸۸۲ء میں بمقام اودے پور گیا۔ تو وہاں جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب جج عدالت دیوانی اودے پور سے کچھ مکالمہ ہوا۔ مولوی صاحب نے سوامی دیانند صاحب سے سوال کیا۔ کہ

"اگر کوئی شخص ان صفات (جہالت۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ بدصحبتی وغیرہ) سے (جن کو آپ تعصب کی صفات قرار دیکر ادھرم کہتے ہیں۔) خالی ہو۔ اور آریہ نہ ہو۔ تو آریہ لوگ اس کے ساتھ اپنا سا سلوک یعنی طعام اور شادی کا کرینگے۔ یا نہیں؟"

جواب۔ کوئی صاحب علم کھانے اور شادی کو دھرم یا دھرم سے خاص تعلق نہیں جانتے۔ بلکہ اس کا تعلق خاص رواج ملک اور جماعت مذہب سے ہے۔ نہ اس کے امتزاج سے دھرم کی ترقی نہ انکار سے نقصان۔ لیکن کسی ملک یا جماعت میں رہ کر کسی دوسرے مذہب والے کے ساتھ ان دونوں تعلقوں (کھانے اور شادی کرنے)

میں شریک ہونا۔ موجب نقصان ہے۔ اس لیئے کرنا نامناسب ہے"۔
(جیون چرتر کلاں ص[illegible])

پھر ستیارتھ پرکاش کے دسویں باب کی دفعہ ۱۸ میں مہارشی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

" البتہ مسلمان و عیسائی وغیرہ شراب و گوشت کھانے والوں کے ہاتھ کے کھانے میں آریوں کو بھی شراب و گوشت وغیرہ کے کھانے پینے کا عیب لگ جاتا ہے۔ لیکن آپس میں آریوں کا ایک کھانا ہونے میں کوئی بھی عیب نہیں۔ دکھلائی دیتا"۔ ص ۳۵۶

مہاشہ کرشن! دیکھ لو تمہارا سوامی اور تمہارسی کس کس ہیر پھیر سے ہندوؤں کی بدرسم چھوت چھات کی تائید کر رہا ہے۔ اور کیا اٹکل اور بے جوڑ دلیلیں گھڑ رہا ہے۔ مسٹر کرشن بھلا غور تو کرو۔ طاعون کی طرح شراب و کباب کا عیب کیسے پیچھے لگ جائے گا۔ صرف مسلمانوں اور عیسائیوں کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اتنا ہی کہہ دیا ہوتا۔ کہ شراب و گوشت کھانے والوں کے ہاتھ کا کھانے میں آریوں کو بھی شراب و گوشت کے کھانے کا عیب لگ جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے مذہب میں تو شراب قطعاً حرام ہے۔ اگر کوئی پیتا ہے۔ تو وہ گناہ کرتا ہے۔ جیسے کہ ہندو بھی گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کا ذکر ہی کیوں کیا۔ صرف شراب خور لکھ ہوتا۔ تاکہ کالستھ۔ ٹھاکر۔ برہمن۔ جاٹ۔ کشتری وغیرہ وغیرہ گوشت و شراب خور بھی اس لپیٹ میں آ کر ہندوستان کے ۹۰ فی صدی تو اس قابل ہو جاتے۔ کہ آریہ صاحبان ان کا کھانا نہ کھا سکتے۔ بلکہ کلچرڈ پارٹی کے تمام گوشت خور آریہ بھی اس ۹۰ میں داخل ہو کر تم سے الگ رہتے۔ بہر حال تمہارا سوامی جو کچھ

کہہ رہا ہے۔ تم اس کے خلاف اس رسم چھوت کو ہندوؤں کی خرابی کا باعث قرار دے کر جھوٹ بول رہے ہو۔ کہ ہندو اس کو ترک کر رہے ہیں۔ سنو تمہارا ایک آریہ بھائی شیو برت لال ورمن ایم۔ اے جو وہ بھی ایڈیٹر ہے۔ اور تم سے ایک درجہ آگے کی ڈگری پائے ہوئے ہے۔ وہ تمہارے جیسوں کی نسبت اپنے رسالہ "مارتنڈ" میں "کھان پان کا مسئلہ بیان کر کے لکھتا ہے۔ کہ

(۱) "ہم ہندو ہیں۔ اور ہندو جاتی میں پیدا ہوئے ہیں۔ کھانے پینے یا چھوت چھات کا مسئلہ ہماری سوسائٹی کے قانون میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا۔ جب تک ہندوؤں کو ہندو کہلانے کا فخر ہو گا۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس (چھوت چھات) کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کی جائے"۔ صـ۱۶۱

(۲) "ہندو سوسائٹی میں جو چھوت چھات ہے۔ وہ کسی خاص مصلحت اور اصول پر مبنی ہے۔ جس کی سمجھ ان نوجوانوں (ایڈیٹر پرکاش جیسوں فاروق) کو نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔ غلط جوش کی لہر میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی نگاہ دور نہیں جاتی۔ اور نہ نتیجہ کو سوچتے ہیں"۔ صـ۱۶۱

(۳) "مجھ کو یہ کبھی پسند نہیں ہے۔ کہ ہندو مسلمان اور عیسائیوں کے ساتھ کھان پان (کھانا پینا) یا شادی وغیرہ کا بیوہار کریں۔ کیونکہ اس طرز سے ہندوؤں کی بچی کچی جو تعداد رہ گئی ہے۔ اس میں بھی کمی آ جائے گی"۔ صـ۱۶۱

(یہ ہے وہ مصلحت جس کی بنا پر یہ چھوت چھات جاری کی گئی تھی۔ اور جس کی تہ تک پرکاش کے نوجوان ایڈیٹر جیسوں کی دور بین

نگاہ نہیں پہنچ سکتی۔ اور اس نتیجہ کو نہیں سوچ سکتے۔ کہ چھوت چھوڑی تو ہندوؤں کو اسلام کا شیرازہ عیسائیت کا مگرمچھ ہڑپ کر جائیگا۔ فاروق)

(۴) "جس روز یہ مکان بان کا قید توڑ گیا۔ آپ دیکھیں گے بہت کم لوگ سماج میں نظر آویں گے۔ کیونکہ سوائے چند نوجوانوں کے جو بھولے ہوئے ہیں۔ کوئی اس تحریک کو دل سے پسند نہیں کرتا۔ اور کیوں کرتا اور کیوں کرنے لگا۔ اس میں صریحی ہندو جاتی کی موت کا یقینی سامان موجود ہے" صفحہ ۱ (مارتنڈ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

فرمائیے مہاشہ کرشن آپ تو بی۔ اے آریہ ہیں۔ بی۔ ایم۔ اے آریہ آپکو کیا سمجھا رہے ہیں۔ جس چھوت چھات کی پابندی کو آپ ہندوؤں کے لئے خرابی بتا رہے ہیں۔ اس چھوت چھات کو ایم۔ اے ایڈیٹر سخت پابندی سے کرنے کا مشورہ دے رہا ہے۔ اور اسکے ترک کو ہندو قوم کی تباہی اور بربادی اور موت کا پیغام سمجھ رہا ہے۔ آگے کرشن جی مہاراج ذرا اپنے برادر شغال کیسری کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ اور دل میں شرمائیے۔ کیسری کا بدزبان ایڈیٹر کیوری رنگ کھلاتا ہوا کہتا ہے۔ کہ

"ہندو مسلمانوں سے چھونے پر اشنان کئے بغیر بھوجن کرنا۔ (کھانا) کھانا گناہ سمجھتے ہیں" (روزانہ کیسری مورخہ ۷ ارمئی ۱۹۲۳ء صفحہ ۲ کالم ۲)

واقعی کیسری نے اس معاملہ میں اپنی قوم کے جذبات اور صحیح خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ دراصل ہندو لوگ مسلمانوں کو نہایت گندہ اور غلیظ خیال کرتے ہیں۔ اور اسیں یقین ہی کا عملی نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان ہندوؤں

سے چھو بھی جائے۔ تو وہ ہندو کھانا نہیں کھاتا۔ جب تک غسل نہ کر لے۔ اب یہ سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہوئے کہ ہندو مسلمانوں کو سوروں اور کتوں سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ یعنے جس طرح ایک مسلمان کے نزدیک سور اور کتا ناپاک جانور ہیں۔ اگر وہ مسلمان کے ہاتھ کو چھو جائیں۔ تو مسلمان کو اپنا ہاتھ پانی سے پاک کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کو اگر مسلمان ہاتھ لگا دیں۔ تو وہ غسل کرتے ہیں۔ گویا مسلمان کی نظر میں سور اور کتا کا جو درجہ ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ایک ہندو کے نزدیک مسلمان کا ہے۔ کہ مسلمان تو صرف کتے کو چھو کر ہاتھ ہی پاک کر لیتا ہے۔ مگر ہندو کو مسلمان کے چھونے سے غسل کرنا پڑتا ہے۔ اس نفرت اور ذلت کی کوئی انتہا رہی ہے؟

ہندوؤں کی نظر میں مسلمان چماروں سے بدتر

میں نے اس مضمون میں بار بار یہ لکھا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کو چماروں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ مگر اس سے دروغگو آریہ اخبارات کے ایڈیٹر دفع الوقتی کے لئے انکار کر جاتے ہیں۔ اس لئے میں ان ہی منکرین کی تحریر سے یہ دکھاتا ہوں۔ کہ واقعی وہ مسلمانوں کو چماروں سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ اوّل تو اوپر والا کیسری کا اقتباس کہ مسلمان کے چھونے سے ہندو غسل کئے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے زبردست ثبوت ہے۔ کہ انسان چھوڑ وہ کتوں سے بدتر سمجھے جاتے ہیں۔ اب کیسری میں ہی جوہڑے چماروں کی اصلاح کرنے والی آریہ سبھا کے ایک رکن نے جو مضمون لکھا ہے۔ اس میں وہ اطلاع دیتا ہے۔ کہ

”چماروں کا ایک ڈیپوٹیشن میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ہم لوگ کیوں شدھ نہیں کئے جاتے۔ میں نے انہیں سمجھایا۔ کہ تم میں جو دراچار

ہیں۔ ان کو چھوڑتے جاؤ۔ وقت آنے پر جلدی ہی آپ شدھ کرلئے جاؤ گے۔ ان میں سے پہلے کئی ایک مسلمانوں کی روٹی کھالیا کرتے تھے۔ اب میرے کہنے سے انہوں نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی روٹی کھانا ترک کرانا ہے۔ اور اس کمیٹی میں پاس ہو گیا ہے کہ اگر کوئی چمار آئندہ مسلمانوں کے گھر کی روٹی کھائیگا۔ تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائیگا۔" (کیسری ۱۴ / ۲۲ جون ۱۹۲۳ء)

برادران اسلام! فرمائیے۔ اب تسلی ہوئی یا نہیں۔ کہ جب چماروں تک کو آپ کی محنت کی روٹی کھانے سے ہندو روک رہے ہیں۔ تو کیا تم کو وہ چماروں سے بدتر اور ذلیل نہیں سمجھتے۔ اور چماروں کو تم سے اعلٰے نہیں قرار دیتے کیا اب بھی تم میں غیرت اسلامی جوش زن نہ ہوگی؟ کیا ابھی کچھ اور بننا چاہتے ہو؟ یہ خوب یاد رکھو۔ کہ اگر تم نے دنیا میں رہنا ہے۔ تو جب تک تم ہندوؤں کو وہی نہ سمجھو گے جو تمکو وہ سمجھتے ہیں۔ تم کبھی اپنی عزت اور وقار کو قائم نہیں کر سکتے

ہندو بچوں کو گھٹی میں مسلمانوں سے نفرت کرنی پلائی جاتی ہے

مسلمانوں سے نفرت کرنے کی تلقین ہندو بچوں کو اس دن سے شروع ہوتی ہے۔ جبکہ وہ بات کرنا۔ چلنا۔ پھرنا سیکھ لیتے ہیں۔ تا کہ ان کی فطرت میں مسلمانوں کو ذلیل اور حقیر اور ادنے جاننا داخل ہو جائے۔ چنانچہ بمقابلہ مردوں کے ہندو مستورات نہایت ہی سختی سے چھوت چھات کی پابند ہوتی ہیں۔ اور جب کبھی سفر میں یا بازار میں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر نکلتی ہیں۔ تو قدم قدم پر ان کو یہ کہتی جاتی ہیں۔ "وے ہری داماں پتر دیکھ کے ترِیا کر کسے مسلے نال نہ چھوجائیں

ایہہ بھرشٹ ہوندے نے توں بھی بھرشٹیا جائیں گا۔ پھیر لالا تینوں نال نہیں کھوائیگا!!" (ارے ہری رام ذرا دیکھ کر چلا کر ایسا نہ ہو کسی مسلمان کا ہاتھ پلہ تجھ کو لگ جائے۔ تو تو ناپاک ہو جائیگا۔ کیونکہ مسلمان پلید ہوتے ہیں۔ پھر تیرا باپ تجھ کو اپنے ساتھ نہیں کھلائیگا) اس طرح کی بار بار فہمائش اور تعلیم اپنے والدین سے حاصل کر کے ہندوؤں کے بچے بچپن سے ہی مسلمانوں کو ادنے اور اپنے آپ کو اعلےٰ خیال کرنے لگتے ہیں۔ اور ان کے دل میں مسلمانوں سے سخت نفرت بھر دی جاتی ہے۔

ریلوے سفر کا ایک واقعہ

میرے محترم مکرم بھائی جناب حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنا چشم دید ایک واقعہ سنایا۔ کہ ہم پٹیالہ جا رہے تھے۔ ریل کے جس کمرے میں ہم بیٹھے تھے۔ اسی میں ایک ہندو صاحب معہ اپنی اہلیہ اور تین چار سالہ بچے کے سفر کر رہے تھے گرمی کا موسم تھا۔ انکے بچے کو پیاس لگی۔ اس نے پانی مانگا۔ اتفاق سے دو تین اسٹیشن گذرنے پر بھی کسی اسٹیشن پر کوئی ہندو پانی ۔۔۔۔ پلانے والا نہ ملا۔ گرمی کا موسم بچے کی پیاس اور شدت کی پیاس بچہ بلک بلک کر روتا تھا۔ کہ پانی دو۔ ہمارے پاس ایک صراحی تھی۔ وہ اس بچے کی نظر پڑی۔ اور اس نے بار بار اس کی طرف اشارہ کر کے پانی مانگا۔ ہر بار اس کی والدہ یہ کہکر اس کو جھڑک دیتی۔ کہ یہ مسلمانوں کا پانی ہے۔ تو نے بھرشٹ ہونا ہے۔ جو یہ پانی مانگتا ہے۔ ابھی اسٹیشن آتا ہے۔ اس پر پانی پلائیں گے۔ بچہ تھوڑی دیر کو ڈر کر خاموش ہو جاتا۔ آخر اسٹیشن آیا۔ مگر پانی وہاں بھی نہ پایا۔ وہ پھر پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ رو کر پانی مانگنے لگا۔ اور اسی صراحی کی طرف دھیان لگائے رہا۔ پھر اس کی والدہ نے اسے جھڑک کر کہا۔ کیا تو نے مسلمان ہونا ہے۔ جو مسلمانوں کا پانی مانگتا ہے۔ وہ بچہ رو رو کر

ہلکان ہوگیا۔ پاس سے دوسرے مسافروں نے بھی کہا۔ کہ یہ بچہ ہے۔ اس کا کیا ڈر ہے۔ اس کو صراحی سے پانی پلا دو۔ صراحی میں پانی پاک ہے کسی نے پیا نہیں۔ مگر بچہؔ کے والدین نے نہ مانا۔ اور اس بچہ کے رونے سے حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے اور سب مسافروں کے جو اس کمرے میں تھے۔ دل ہلے جاتے تھے۔ لیکن اس کی ماتا ایسی سنگدل تھی۔ کہ اس نے ذرہ بھی اس کو پانی پینے دیا۔ یہاں تک کہ پٹیالہ اسٹیشن آگیا اور وہ اتر کر چلے گئے۔ وہاں شاید پانی پلایا ہو۔

اب خیال کرو کہ کہاں تک اس قوم کو مسلمانوں سے نفرت اور بیزاری ہے کہ اپنی پیاری اولاد کو پیاسا ماردینا منظور مگر مسلمانوں کا پانی نہیں پینے دینا۔ اس تعلیم سے بھلا وہ بقول مشہور ؎ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ کیوں نہ مسلمانوں کو تاحیات ادنے اور ذلیل ناپاک اور گندہ خیال کرینگے۔ یہ ہے۔ برادران وطن کا تعلق تمہارے ساتھ جو رات دن ہندو مسلم اتحاد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ذرا اس طریق عمل کا تو کوئی جواب دیں۔ اور سنو!

ایک ہندو دیوی کی کرتوت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک ہندو عورت نے اپنی خورد سال بچےؔ کو چند بسکٹ کھانے کے لئے دیئے۔ نادان بچہ بسکٹ لیکر کھیلتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا۔ جہاں ایک کتے نے اس کے ہاتھ سے بسکٹ چھین لیا۔ اور بھاگا۔ بچہ روکر ماں کی طرف یہ کہتا ہوا دوڑا۔ اماں کتا بسکٹ لے گیا۔ اماں کتاؔ بسکٹ لے گیا۔ ماں ماتا کی ماری کتے کے پیچھے دوڑی۔ عورت کی سراسیمگی دیکھکر ایک مسلمان لڑکے کو ترس آیا۔ وہ فوراً دوڑ کر کتے سے بسکٹ چھڑانے لگا۔ کتا بسکٹ پھینک کر چلدیا۔ وہ مسلمان لڑکا ابھی اٹھانے ہی لگا تھا۔ کہ بچہ کی ماں نے شور مچا کر مسلمان لڑکے کو کہا۔ کہ بچہ خبردار کہیں بسکٹ کو ہاتھ نہ لگا دینا۔ کہ چھو جائیگا۔ مسلمان لڑکے نے ہاتھ تو نہ لگایا۔ مگر کہنے لگا کہ مائی کتے کے منہ سے تو بسکٹ ناپاک

نہ ہوُا۔ مگر میرے ہاتھ لگ جانے سے ناپاک ہو جائیگا۔ عورت نے کہا۔ کہ ہاں بچے ہمارے دھرم میں کُتے بلے کے چھونے سے وہ دوش اور حرج نہیں ہوتا۔ جو چوہڑے چمار مسلمان کے ہاتھ لگانے سے ہوتا ہے۔ مسلمان لڑکا یہ انوکھی منطق شرمندگی کے ساتھ سُنکر چلا گیا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔ جو ہر روز ہمارے اور آپ کے ملاحظہ سے گذرتے رہتے ہیں۔ زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

ہندوؤں کے رکیک عذرات کا ازالہ

جب واقعات اور دلائل سے ہندوؤں پر ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ چھوت چھات سے تم مسلمانوں کو حقیر اور ادنےٰ سمجھتے ہو جس سے مسلمانوں کی ذلت ہوتی ہے۔ اور اپنی بڑائی ثابت کرتے ہو۔ اور مسلمانوں سے نفرت کر کے اس نام نہاد اتحاد کی کشتی میں سوراخ کر رہے ہو۔ تو اس کے جواب میں یہ لوگ چند بیہودہ عذر پیش کرتے ہیں۔ جن کا جواب دیا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ عذر یہ ہیں۔

پہلا عُذر رکیک بعض نااہل کم فہم اصل صورت کو بدلا کر ایک نئی بات بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ لائل پور کے مُردہ اخبار "جاگرت" کا زندہ درگور ایڈیٹر ہے۔ وہ چھوت چھات کے ترک کو یہ سمجھ بیٹھا ہے۔ کہ مسلمان یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں کا جُوٹھا کھائیں۔ اور مسلمان ہندوؤں کا۔ اس سے ہندو مسلم اتحاد مضبوط ہوگا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں سے ترک چھوت چھات کا یہ مدعا اسی جاہل کے فہم میں آیا ہے۔ جو شیولنگ کا پوجاری ہے۔ ترک چھوت چھات سے یہ مُراد ہے۔ کہ جس طرح ہندو اپنی قوم میں ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھوُا ہوُا ایک دوسرے کے گھر کا پکا ہوُا کھا لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ہاتھ

سے پانی لے کر پی لیتے ہیں۔ اسی طرز کا وہ مسلمانوں سے کھان پان کے مسئلہ میں برتاؤ کریں۔ جیسے مسلمان کے ہاتھ سے مٹھائی لے کر کھالیں۔ مسلمان کے گھر کی پکی ہوئی روٹی کھالیں۔ مسلمان کے گھڑے سے یا ہاتھ سے لیکر پانی پی لیں۔ جس سے ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ مسلمانوں سے نہ نفرت کرتے ہیں۔ نہ انکو ناپاک و ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس سے مسلمان جان جائیں گے۔ کہ ہندو صاحبان ہمارے بھائی ہیں۔ اور ہمیں اپنے جیسا ہی معزز سمجھتے ہیں۔ یہ یقین ہونے پر ضروری ہے کہ باہمی محبت اور اتحاد میں مضبوطی اور ترقی ہو۔ اس سیدھی اور سچی تجویز کو اپنی اوندھی عقل اور الٹی کھوپری سے یہ سمجھ لینا کہ مسلمان اپنا جھوٹا ہندوؤں کو کھلانا چاہتے ہیں۔ خوش فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ پرسرام فیائمی پانڈے "جاگرت" کے نافہم ایڈیٹر سے یہ کس نے درخواست کی تھی کہ آپ مسلمانوں کا پس خوردہ کھائیں۔ یا اتحاد کے لئے مسلمانوں کی تھالی میں ملکر کھائیں۔ مسلمان تو خوب جانتے ہیں۔ کہ ہندو قوم الگ الگ بیٹھ کر کھایا کرتی ہے۔ ان میں گائے۔ بکری۔ اونٹ۔ گھوڑے کی خاصیت نہیں۔ جو ایک جگہ ملکر ایک ہی ٹھکری پر سب بلا روک ٹوک کھانے لگیں۔ پھر بھلا وہ ایسے پاک فطرت لوگوں سے کس طرح ایک تھالی میں ملکر کھانے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ "جاگرت" کے خوابیدہ بخت ایڈیٹر نے ناحق اپنی طرف سے یہ بات بنا کر عذر نامعقول شروع کر دیئے کہ

"کوئی سناتن دھرمی مرد اپنی عورت کے ساتھ کھانے کو تیار نہیں ہوگا۔ لیکن کیا اس مرد کا اپنی عورت سے پریم کم ہے؟ کیا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا بھی نہیں کھاتا۔ فاروق! کیا ان کو یاد نہیں۔ کہ امرتسر کانگریس کے علاوہ اور بہت سی جگہوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے اکٹھا پانی پیا تھا۔ اگر محض اکٹھا پانی پینے سے محبت بڑھتی ہے۔ تو

آج ہندو مسلم ایک دوسرے سے سر پھٹول کے لئے تیار کیوں ہیں؟
کتے ہمیشہ ایک دوسرے کا جوٹھا کھا لیتے ہیں۔ لیکن کیا انہیں پریم بہت ہوتا ہے۔ تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا دو چار کتوں کے درمیان ڈال کر پھر ان کے پریم کا امتحان کرو" (جاگرت لائلپور مورخہ ۱۲ اگست صفحہ ۲ کالم ۲)

واہ جی بدھو پرسرام! ایسی نظیر پیش کی۔ جو خود ہی اپنے اوپر چسپاں کر لی۔ یہی تو بات ہے۔ کہ مسلمان ایسی امید آپ سے نہیں رکھتے۔ کہ آپ ملکر کھائینگے۔ آپ کا باہمی کھان پان کا برتاوا بتا رہا ہے۔ کہ آپ میں کتوں والی خاصیت ہے کہ ملکر نہیں کھاتے۔ گائے۔ بکری۔ بھیڑ۔ اونٹ۔ چڑیا۔ کبوتر والی طبیعت نہیں جو ایک دوسرے سے کیا بلکہ صدہا ملکر ایک جگہ چارہ اور ایک جگہ دانہ چگتے ہیں مگر کبھی باہمی لڑائی نہیں کرتے۔ برخلاف کتوں کے کہ وہ اکٹھے ایک جگہ ملکر کھا نہیں سکتے۔ لہذا یہ عذر ناپاک آپ کی جہالت پر دال ہے۔ مسلمانوں کی یہ خواہش نہیں کہ آپ کو جھوٹھا کھلائیں۔ وہ صرف اس نفرت دلانے والی رسم چھوت چھات کو اس طریق پر لانا چاہتے ہیں۔ جس کو آپ اپنی برادری اور متعلقین و قوم میں برتتے ہیں۔ ذرا سمجھ کر قلم اٹھایا کرو۔ بت پرستی نے تو تمہاری عقل ہی ماردی ہے۔ بھبو تو کس سے سمجھو؟

دوسرا بیہودہ عذر

دوسرا عذر اس سے زیادہ لغو جو مورتی پوجک دماغ کی سڑانڈ سے نکلا ہے یہ ہے۔ کہ

"یہ ان کو معلوم نہیں۔ کہ سناتن دھرمی تو اپنی عورت کو بھی ماہواری خون (ایام حیض)، کے دنوں میں چوکے میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تو کیا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ ان کو اپنی عورت سے نفرت ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔" (جاگرت مذکور صفحہ ۴ کالم ۲)

ناظرین! جس کھوپری سے یہ معذرت نکلی ہے۔ کیا آپ اسکو صحیح الحواس اور سلیم العقل کہہ سکتے ہیں! بھلا اس لائلپوری پنڈے سے کوئی پوچھے کہ ایام حیض میں جو تم نے اپنی جورو کو چوکے میں آنے برتن بھانڈے کو ہاتھ لگانے روٹی ہانڈی پکانے سے روک کر الگ بٹھا دیا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ یہی کہ وہ اس مرض میں مبتلا رہو گئی ہے۔ جس میں وہ تا صحت و فراغت آپکے کام کی نہیں رہی۔ اور مذہبًا ناپاک۔ گندی۔ پلید۔ غلیظ ہو گئی ہے۔ اگر ان ایام میں کبھی وہ چوکے کے اندر جائے۔ تو اس کو ناپاک کر دے۔ روٹی پکائے رسوئی بنائے۔ تو اس کو بھرشٹ کر دے۔ تم کو ہاتھ لگا دے۔ یا تم بھول کر اس کا بوسہ لے لو۔ تو تم کو گندہ کر دے۔ تو پھر بوجہ ناپاکی کے اس سے آپ نے علیحدگی اختیار نہیں کی۔ تو کس وجہ[لہ] سے کی؟ جو طاعون زدہ مریض کی طرح چوکے سے اُتار دی اس کا باعث نفرت اور ناپاکی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی تو ہم کہتے ہیں۔ کہ تم مسلمانوں کو ناپاک اور غلیظ سمجھکر چوکے میں آنے نہیں دیتے۔ برتن کو چھونے نہیں دیتے۔ رسوئی کو پکانے نہیں دیتے۔ پانی کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے۔ یہ عذر تو تمہارا انیچ کُن اور مسلمانوں کے مدعا کو ثابت کرنے والا ہے۔ مگر سمجھے وہ جسے کچھ علم ہو۔ آپ جلہری کے پجاری کیا سمجھیں۔

(لہ یہ فقرہ غور طلب ہے)

تیسرا عذر نامعقول

بعض ہمانے یہ عذر کہتے ہیں۔ کہ ہم مسلمانوں سے چھوت چھات نفرت کیوجہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ وہ چونکہ گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان سے چھوت کرتے ہیں۔ اس کے نامعقول ہونے کی یہ دلیل ہے۔ کہ ہزارہا ہندو۔ کھتری۔ کالیتھ۔ جاٹ۔ زمیندار۔ گوشت کھاتے ہیں حالانکہ آریہ سماج کی ایک کلچرڈ پارٹی تو علانیہ مانس پرچارک (گوشت خوری کے مؤید) ہے۔ کیا آریوں اور ہندوؤں نے ان سے چھوت چھات کر رکھی ہے۔ جو مسلمانوں سے بوجہ گوشت خوری چھوت کرتے ہیں۔ سکھ صاحبان علانیہ جھٹکہ کھاتے ہیں۔ کیا

ان سے چھوت چھات ہے؟ کیسری اور پرتاب کے آریہ ایڈیٹر ہندوؤں کو مسلمان قصابوں سے گوشت لینے کی ممانعت کر کے جھٹکہ کی دوکانیں کھولنے کی تحریک کرتے ہیں۔ کیا ان ہندوؤں سے جن کے لئے جھٹکہ جاری کرانا چاہتے ہیں۔ چھوت چھات کر دی؟ پس یہ عذر بھی نامعقول ہے۔

چوتھا عذر فضول آخر ہر طرح سے جب ان کا ناطقہ بند کیا جاتا ہے۔ تو پھر اس عذر پر بہت زور دیتے ہیں۔ کہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے ہندو اُن سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ لیکن یہ عذر پہلے عذروں سے بھی بڑھ کر لغو اور فضول ہے۔ جس کے وجوہات ذیل ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کے نزدیک گائے پاک ہے یا ناپاک۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام ہندو اس کی پوجا کرتے اور پوتر جانتے ہیں۔ تب ہی تو اس کا دودھ پیتے ہیں گھی کھاتے ہیں۔ اگر ناپاک سمجھتے تو ممکن نہ تھا۔ کہ اس کے نزدیک بھی جاتے جیسا کہ مسلمان سور کو حرام جانتے ہیں۔ اس کے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ بال۔ گوشت۔ گوہ۔ موت سب کو حرام جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی صورت کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اس کو ہاتھ لگانا گناہ سمجھتے ہیں۔ برعکس اس کے ہندو گائے کا گوبر پاک اور پیشاب پاک جان کر اپنے چوکے کو گوبر سے پاک کرتے اور ناپاک شدہ کنوئیں یا آدمی کو گو موتر (گائے کے پیشاب) سے پاک کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ گائے پاک ہے۔ پھر بھلا جس جانور کا دودھ پاک ہو۔ دہی پاک ہو۔ چھاچھ پاک ہو۔ گھی پاک ہو۔ مکھن پاک ہو۔ اس کی ربڑی پاک ہو۔ ملائی پاک ہو۔ پیڑے اس کے پاک ہوں۔ کھوا پاک ہو۔ گوبر پاک ہو۔ پیشاب پاک ہو۔ اس کا گوشت کیوں پاک نہ ہو۔ گوبر اور پیشاب سے تو بدرجہا بڑھ کر گوشت پاک ہے۔ بس جس چیز کا پیشاب اور پاخانہ دوسری ناپاک شدہ چیز کو پاک کر سکتا ہے۔ اس کا گوشت تو بدرجہ پاک

کرنے والا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ غذا کی وجہ سے جزو بدن ہو کر انسان کے تمام رونگٹے رونگٹے اور رگ وریشہ اور خون وگوشت کو پاک کر دیگا۔ اور مسلمان ایسی مقدس اور پوتّر غذا کھا کر تو پاکوں سے بھی پاک اور قابل عزت انسان ہونے چاہیئیں۔ نہ کہ گوشت کھا کر وہ ناپاک اور بھرشٹ ہو جائیں۔ یہ تو دراصل گائے کی بے عزتی اور اس کی توہین ہے۔ کہ اس کا پیشاب وگوبر تو یہ تاثیر رکھتا ہے۔ کہ ناپاک کو پاک کر دیتا ہے۔ مگر اس کا گوشت ایسا ناپاک اور گندہ ہے جو کھانے والوں کو ناپاک کر دے۔

دیا تندیو! اور سناتن دھرمیو! کچھ تو عقل سے کام لو۔ یہ تمہاری کیسی منطق ہے۔ گائے کا گوہ موت تو پاک کرنے والا ہے۔ مگر گوشت ناپاک کر ڈالتا ہے۔ یہ کہاں کی فلاسفی ہے۔ پس یہ عذر نہایت ہی فضول ہے۔ کہ بوجہ گائے خوری کے ہندو لوگ مسلمانوں سے چھوت کرتے ہیں۔ چھوت چھات کی کچھ اور ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو ذلیل سمجھا جائے۔ ان کے مال لوٹے جائیں۔ اپنے آپ کو اسلام میں داخل ہونے سے بچایا جائے۔ اور اعلےٰ وافضل صرف ہندو ہی سمجھے جائیں۔ باقی تمام قومیں مسلمان۔ عیسائی وغیرہ ادنےٰ قرار پائیں۔ جیسا کہ کیسری اخبار کی گواہی اسی مضمون میں اوپر ہم نقل کر چکے ہیں۔

چُھوت کے فائدے اور نقصان،

اب میں ذرا تفصیل سے برادران اسلام کے سامنے اس بد رسم چھوت چھات کے وہ فائدے جو ہندوؤں کو پہنچ رہے ہیں۔ اور وہ نقصان جو مسلمانوں نے اُٹھائے ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ چھوت چھات سے مسلمانوں کو چار

ناقابل برداشت نقصان پہنچے ہیں۔ اور ہندوؤں کو عظیم الشان فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ جن کی توضیح یہ ہے۔

ہندوؤں کو فائدہ عظیم

اس تباہ کن رسم کی بدولت ضروریاتِ زندگی کی تمام تجارت ہندوؤں کے درثہ میں چلی گئی۔ کوئی شہر ہو یا گاؤں۔ قصبہ ہو یا چک۔ ریلوے اسٹیشن ہوں۔ یا عام میلے۔ جہاں جہاں جاکر دیکھو تمام ضروری اشیاء کے دوکاندار اور ٹھیکہ دار ہندو ہی ہندو نظر آئیں گے۔ ہر طبقہ کے ہندو چھوت چھات کے رواج کیوجہ سے مسلمان دوکانداروں سے کوئی چیز لیکر استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہندو آبادی عموماً اپنے ہی ہم مذہبوں کے ساتھ خرید و فروخت کا سلسلہ جاری رکھتی ہے۔ کم علم اور بے سمجھ مسلمان جو قومی نفع و نقصان کے احساس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ بھی عموماً اہل ہنود ہی کی دوکانوں کی رونق بڑھانے اور انکو فائدہ پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی محنت اور مشقت سے بھی ہندو دوکاندار ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ الغرض ہر قسم کی اشیار خوردنی تک بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئیں۔ آٹا ہے تو ہندوؤں سے لو۔ گھی ہے۔ تو ہندوؤں سے لو۔ دودھ۔ دہی۔ ہر قسم کی مٹھائی۔ بھنے ہوئے چنے۔ اور چاول کے مُرمُرے۔ پوری۔ کچوری۔ اُبلے ہوئے چنے۔ دہی۔ بھلے۔ بلوندی۔ کچالو۔ پیوڑی۔ الائچی دانہ۔ بتاشے۔ حلوا۔ پکوڑے۔ تلی ہوئی دال وغیرہ سینکڑوں قسم کی پختہ خوردنی اشیاء جن کو ہر مسلمان زن و مرد خورد و کلاں امیر و غریب خریدتا ہے۔ انہی برادرانِ وطن سے لی جاتی ہیں۔ اب ذرا ہندوستان کی مردم شماری کا اندازہ کرو۔ تو سات کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں۔ اور کم از کم میں ایک روپیہ ماہوار فی کس مٹھائی وغیرہ خوردنی اشیاء کا قرار دیتا ہوں۔ حالانکہ اس سے کہیں زیادہ روپیہ کھانے پینے پر ماہوار خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر اس قلیل سے قلیل رقم کا ہی شمار کرو۔ تو

سات کروڑ روپیہ مسلمانوں کی جیب سے صرف دودھ۔ دہی۔ حلوا۔ پوری۔ بوڑی۔ پکوڑی چنے اور کچالو پر جو کہ مدار زندگی بھی نہیں ہیں۔ ماہوار نکل کر ہندوؤں کی صندوقچی میں جا پڑتا ہے۔ جس میں سے ایک پیسہ کی واپسی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہندو لوگ ان پختہ اشیاء خوردنی۔ پوری۔ حلوا وغیرہ کو اگر مر بھی جائیں۔ تو مسلمان دوکاندار سے نہیں خرید کریں گے۔ کیونکہ یہی منحوس چھوت چھات انکو مانع ہے۔ پھر ان پکی ہوئی مٹھائی وغیرہ اشیاء کے علاوہ کم سے کم دو روپیہ ماہوار فی کس آٹا۔ نمک تیل۔ ہلدی گھی جیسی کچی اشیاء کا حساب لگاؤ۔ تو ہم اکروڑ ماہوار اس کا ہوتا ہے۔ جو بالعموم ہندوؤں سے ہی مسلمان خریدتے ہیں۔ اس کے بعد میں ایک روپیہ فی کس پارچہ پوشیدنی کا لگاتا ہوں۔ تو سات کروڑ ماہوار کپڑے پر جو ہندوؤں سے ہی لیا جاتا ہے۔ صرف ہوتا ہے۔ یہ جملہ رقوم اٹھائیس کروڑ روپیہ بے کھٹکے جو نہایت ہی کم فرض کی گئی ہے۔ مسلمان ہر مہینے ہندوؤں کے گھر پہنچا دیتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ صرف کاغذی حساب ہے۔ مگر اس میں ایک حبہ کی کمی نہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ہی روپیہ مسلمان ہندوؤں کو دیدیتے ہیں۔ اب خیال کرلو۔ کہ جس قوم کا ۲۸ کروڑ روپیہ ہر مہینہ جیب سے نکل کر ایسی قوم کے ہاتھ میں چلا جاوے جس سے سوائے نیش زنی اور مسلمانوں کا خون چوسنے کے ایک پائی تک کی واپسی کی اُمید نہ ہو۔ تو اس قوم کے افلاس میں اور ہندو قوم کے تموّل میں کسی مزید دلیل لانے کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ ہے نتیجہ اس چھوت چھات کا جو اس قدر عظیم الشان فائدہ ہندوؤں کو پہنچا رہی ہے۔ پھر وہ کیوں ایسے زرخیز نسخہ کو ترک کر سکتے ہیں۔ جس میں ہر طرف سے اور ہر طریق سے فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ نقصان کا نام تک نہیں۔ یہ عالی شان مکانات اور بڑی بڑی توندیں ان برادرانِ وطن نے کس کے لہو پی پی کر بنائی ہیں؟ کیا لالہ صاحب نے دھیلے دھیلے کی پکوڑیاں اور دمڑی دمڑی کے چھولے (چنے) بیچ بیچ کر اتنے

پیٹ بڑھائے ہیں۔ اور یہ عالی شان عمارتیں تیار کرائی ہیں۔ یہ سب مسلمانوں کا خون ہے۔ جو ان کے بدن میں جا رہا ہے۔ اور یہ سب چھوت چھات کے کرشمے ہیں۔ جو نظر آ رہے ہیں۔ جاؤ ہر ایک ہندو حلوائی اور ہندو پنساری اور ہندو بنیا کی روزانہ بکری کا پتہ لگا دیکھو۔ اور یہ بھی معلوم کرو۔ کہ اس روزانہ بکری میں مسلمانوں کا روپیہ کس قدر ہے۔ اور ہندوؤں کا کتنا۔ تو تم پر حقیقت کھُل جائے گی۔ کہ آج کس قدر خون مسلمانوں کا نکل گیا ہے۔ جو دوبارہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور وہ لالہ جی کے جسم میں داخل ہو چکا ہے۔

مُسلمانوں کو چھُوت کے نقصانات

پہلا نقصان اخلاقی

مسلمانوں کو اس چھُوت سے یہ پہنچا ہے۔ کہ سلف ریسپکٹ یعنے خودداری کی تعلیم جو اسلام نے دی تھی۔ وہ مسلمانوں میں سے اس چھوت چھات کے طفیل سے جا رہی ہے جس سے ہمیں ایسا اخلاقی نقصان پہنچا جس کی تلافی مشکل ہو گئی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہندو چھوت چھات کر کے ہمارے جذبات خودداری کو پوری کوشش سے مٹا رہے ہیں۔ ہماری حمیّت و غیرت کی احساسات کو کچل رہے ہیں جس سے ہماری قوم کی ترقیات تمدّنی و اقتصادی رُک گئیں۔ اور ایسی اخلاقی پستی میں گرے۔ کہ اب اُٹھنے اور نکلنے کے لئے ہمیں سخت محنت اور بہت وقت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ہمارے سامنے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ وہ اقوام جن کو ہندوؤں نے اچھوت قرار دے رکھا ہے۔ جیسے چمار اور میگھ وغیرہ جو برائے نام ہندو بھی کہلاتی ہیں۔ اور ان سے چھُوت کا سلسلہ جاری رکھا تو ان کی تمام حمیّت و غیرت کے جذبات اور حسّیں ایسی مُردہ ہو گئیں۔ کہ اب ان کا اُبھارنا اور اُٹھانا

دِقت طلب بن گیا۔ پس اس چھوت چھات کے سلوک کا جو نتیجہ ہوا۔ وہ یہ کہ رفتہ رفتہ تمام اخلاقی قوتیں بیکار ہو گئیں۔ اس چھوت کے ذریعہ ہندوؤں نے ہماری اخلاقی قوتوں کو تباہ کر دیا۔ حمیت و غیرت و خودداری کے تمام جذبات اس سے کچل کر مُردہ بنا دیئے۔ اور اس اخلاقی پستی میں مسلمانوں کو مبتلا کر کے اب اشدھی کے اژدہا کے منہ میں ان کا خاتمہ کر دینا چاہا ہے۔

دوسرا نقصان اقتصادی

مسلمانوں کو اس بد رسم چھوت سے یہ پہنچا ہے۔ کہ تمام تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور یہ وہ اقتصادی نقصان ہے جس سے ہندو امیر اور مسلمان مفلس بن گئے۔ ہندو چھوت چھات کی وجہ سے کوئی چیز مسلمانوں سے نہیں خریدتے۔ برخلاف اس کے مسلمان ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ اس لئے خوردنی اشیاء کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ جب ہندوؤں نے خوردنی اشیاء میں دیکھا۔ کہ مسلمان مجبوراً ہم سے خریدتے ہیں۔ اور اس سے ہمیں فائدہ ہوتا ہے۔ تو انہوں نے اس مسئلہ کو اور سخت کر دیا۔ اور غضب یہ کیا۔ کہ اس دشمن اسلام قوم نے ایسی چیزیں بھی جن پر چھوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ مسلمانوں سے خریدنی بند کر دیں۔ جاؤ تجربہ کر کے دیکھو ہندو لوگ کبھی مسلمان بزاز سے کپڑا نہیں خرید کریں گے۔ کبھی مسلمان بساطی سے بساط خانہ کا مال نہیں لیں گے۔ کبھی یہ چون کی چیزیں مسلمانوں سے نہیں خریدیں گے بلکہ تمام قسم کی چیزیں مسلمانوں کے مقابلہ میں ہندوؤں سے ہی خرید کریں گے۔ بعض شہروں میں دیکھو۔ تو یہ گؤ ماتا کے فرزند دھوڑی کی جوتیاں بیچتے بھی نظر آئیں گے۔ سبزیاں۔ ترکاریاں۔ بیچتے ہوئے بھی پاؤ گے۔ غرض یہ بدنام کنندگان اتحاد چھوت کی آڑ لے کر ہر ایک چیز ہندوؤں سے ہی خریدیں گے۔ غریب مسلمانوں سے حتی المقدور نہ لیں گے۔ ان کے اس ظلم کا آخر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کی تمام دولت کھینچ کر ان کی

جیبوں میں چلی گئی۔ اور مسلمان قلاش ہو گئے۔ اور مسلمانوں کا خون چوس چوس کر یہ جونک کی طرح پھول گئے۔

علاوہ ازیں وہ سرکاری ملازمتیں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام تر ہندوؤں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ اور غریب مسلمان ان سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ کہہ دیا گیا کہ ہندو تو مسلمانوں سے ریل کے سفر میں پانی نہیں پی سکتے۔ اور ہاتھ سے کھا نہیں سکتے۔ اور مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے کھا پی لیتے ہیں۔ اس واسطے ہندوؤں کو نوکر رکھنا چاہیئے جن سے دونوں قومیں کھاپی سکتی ہیں۔ پس اس خانہ خراب چھوت چھات نے ہندوؤں کو تاجر دوکاندار اور مسلمانوں کو مفلس اور خریدار بنا دیا۔

تیسرا نقصان تبلیغی یہ وہ نقصان ہے۔ جس کی جوابدہی مسلمانوں کو خدا اور رسولؐ کے حضور کرنی پڑے گی۔ اور وہ تبلیغی نقصان ہے جو اس طرح ہوا۔ کہ ہندوؤں نے چھوت کا مسئلہ جاری کر کے اسلام کی تبلیغ کو ہندو قوم میں بالکل روک دیا۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں میں اس چھوت کے ذریعہ یہ نفرت اور بیگانگی اور حقارت نہ پھیلتی۔ تو ہر وقت مسلمان ان کو اسلام کی دعوت دیکر اپنے پاک مذہب میں ملانے کا موقعہ پا سکتے تھے۔ مگر یہی نحوست چھوت چھات کی اسلام اور ہندو مذہب میں حائل ہو کر اس دولت عظمےٰ سے ہندوؤں کو محروم کر گئی۔ اور مسلمانوں کو ماخوذ۔ کہ انہوں نے اسطرف مطلق توجہ نہ کی۔ بتاؤ کہ اب تم کیا عذر بحضور رب العالمین سناؤ گے۔ کہ کیوں تم نے ہندوؤں کو جو تمہارے اہل وطن تھے دعوت اسلام نہ دی؟ یہی معذرت کرو گے نا۔ کہ بار الٰہا انہوں نے ہم سے چھوت چھات کر کے ہم کو اپنی قوم کی نظروں میں ذلیل کر دیا۔ اور ہم نے بخوشی شرح صدر سے اس ذلت کو بسر و چشم قبول کر لیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

چوتھا نقصان مذہبی

جو ناقابل برداشت اور آب از سرگزشت کا مصداق ہے وہ فتنۂ ارتداد ہے۔ جو اسی چھوت چھات کی بدولت مسلمانوں کو دیکھنا پڑا۔ جس کا ذکر میں اوپر کسی جگہ کر چکا ہوں۔ کہ ملکانہ راجپوتوں نے یہ سمجھکر کہ ہندو ہی ایک معزز قوم ہے۔ جس کے ہاتھ سے ہر ایک مذہب والا مسلمان ہو یا عیسائی، چوہڑا ہو یا چمار کھا پی لیتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندو مر بھی جائے تو پانی پیئے نہ روٹی کھائے۔ اس لئے ایسی ذلیل قوم میں رہنا اچھا نہیں۔ کیوں نہ ہندوؤں کی معزز قوم میں داخل ہو جائیں۔ جو سب سے اعلےٰ اور افضل اور پاک ہے۔ یہ وہ نقصان ہے کہ جس کے بعد اب مسلمانوں کو ہندوستان سے یا تو نکل جانے پر مجبور کر دے یا وہ اپنی عزت اور اسلام کی عزت کو قائم کرنے پر تیار ہو جائیں۔

لہٰذا

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

اب میں اُن مسلمانوں سے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا اور خدا کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن میں اسلامی غیرت اور دینی حمیت ہے۔ مندرجہ ذیل سوال پوچھتا ہوں۔ کہ وہ ان دو نوں صورتوں میں سے کونسی راہ پسند کرتے ہیں۔ آیا ہندوستان میں ذلیل اور حقیر اور ادنےٰ چوہڑے چماروں سے بھی بدترین کر رہنا چاہتے ہیں۔ یا خود داری پر عمل کر کے اپنی عزت اور اسلام کی عزت کو قائم رکھنے کے لئے تیار رہیں؟ اگر صورت اوّل پسند ہے۔ تو اس کے واسطے تو کسی کوشش و محنت کی ضرورت نہیں۔ یہ تو چھوت چھات کے صدقہ سے دم نقد موجود ہے اور اس کی بدولت نوبت تا اینجا رسید کہ عزت گئی آبرو گئی۔ مال گیا۔ دولت گئی۔ مفلس قلاّش ہوگئے۔ غیروں کی نظروں میں ارذل ترین سمجھے گئے۔ نہ تجارت میں حصہ رہا۔ نہ تعلیم میں نہ سرکار میں نہ دربار میں

ٹھن ٹھن گوپال بن گئے۔ اور برادران وطن کی مہربانیوں سے ایسی پستی کو پہنچ گئے۔ کہ جس سے آگے صرف موت کا ہی دروازہ ہے۔ اور بقول حالی

مسلمانوں کی حالت

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا — ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا — وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا
نشاں اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

وگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں — ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں — طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں
نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے — کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے — ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت — نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت — خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

نہ اہلِ حکومت کے ہمراز ہیں ہم — نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایانِ اعزاز ہیں ہم — نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بُری گت ہماری — بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری — نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم
تو سمجھیں کہ ہیں مبتذل کس قدر ہم

اے مدعیان اسلام یہ تو تمہاری حالت ہو گئی ۔ اور ہوئی بھی اسی چھوت چھات کی بدولت ۔ مگر جن کے تم دست نگر ہوئے ہو ۔ جن کی توندوں کو تم نے اپنی محنت کی کمائیوں سے پھلا دیا ہے ۔ ان کی حالت سنو ۔

ہندو قوموں کی حالت

مگر قوم ہندو ہے اتنی گرامی — خود اقبال ہے آج اس کا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی — زمانے کے ساتھی ترقی کے حامی
نہ فارغ وہ اولاد کی تربیت سے
نہ بے فکر ہے قوم کی تقویت سے

دوکان ان کی ہے اور بازار اُن کا — بنج اُن کا ہے اور بیوپار اُن کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار اُن کا — ہے پیر و جوان بر سرِ کار اُن کا
مدار اہلکاری کا ہے اب انہیں پر

انہیں کے ہیں آنسں انہیں کے ہیں نغز

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ
گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ

نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ
نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ

نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار اُن کو
نہ محنت مشقت سے کچھ عار اُن کو

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ
پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ

ہر ایک سانچہ میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ
جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ

ہر اک وقت کا مقتضا جانتے ہیں
زمانے کے تیور وہ پہچانتے ہیں

بس اگر تم ذلت پسند ہی ہو گئے ہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ خدا تعالےٰ پھر تم کو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہی مٹا کر تمہارے بدلہ میں کوئی ایسی قوم پیدا کر دیگا۔ جو خدا کے فضلوں کی مورد اور سچی مسلمان ہوگی۔ اور وہ ایسے ہونگے۔ کہ زمین و آسمان سے اُن کی شہادت ملیگی۔ خدا اور رسولؐ ان سے خوش ہونگے۔ فرشتے ان کی مدد کے لئے ہر میدان میں مددگار ہوں گے۔ اور ہر ایک شخص اُن کی تعریف کرتا ہوا کہیگا۔ کہ یہ ہیں۔

سچے مسلمان

سب اسلام کے حکم بردار بندے
سب اسلامیوں کے مددگار بندے

خدا اور نبیؐ کے وفادار بندے
یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

رہِ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے
کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے

سر اِنکام دین پر جھکا دینے والے   خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کیا یہ تم سے نہیں ہو سکتا۔ کہ تم بیدار ہو جاؤ۔ خبردار ہو جاؤ۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ اور اس دن سے ڈر کہ خدا کا غصہ بھڑک اُٹھے۔ اپنی حالت سنوار لو۔ ورنہ تم خود ہی سوچو۔ کہ ایسی قوم کے پہلو بہ پہلو رہ کر تم کس طرح ذلیل زندگی گذار کر اسلامی عزت کو قائم رکھ سکتے ہو۔ یاد رکھو۔ جب تک تم میں سلف ریسپکٹ یعنی خودداری نہ پیدا ہو۔ تم دنیا میں رہنے کے قابل نہیں۔ اور میں یہ تو مان نہیں سکتا۔ کہ تم اتنے ذلّت پسند ہو گئے ہو۔ کہ ذلّت کے اسباب اور وجوہات معلوم ہو جانے پر بھی اپنے لئے ذلیل بن کر ہی رہنا منظور کرو۔ ضرور ہے۔ کہ تم دوسری راہ پر قدم رکھنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گے۔ اور خودداری اختیار کر کے اپنی آبرو اور اسلام کی عزت کو دنیا میں قائم کر دو گے۔ اور برادرانِ وطن کو یہ دکھا دو گے۔ کہ جن کو تم نے اپنے سے ادنیٰ خیال کر کے ہر ایک ذلّت ان کے حق میں روا رکھی تھی۔ وہ ادنے اور ذلیل نہیں ہیں۔ خدا کرے۔ کہ یہی تمہارے خیالات ہوں۔ اور یہی تمہارے ارادے۔ آمین ❊

اب تم کو کیا کرنا چاہیئے

ہم نے حسب ضرورت و گنجائش مضمون اوپر کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ چھوت چھات نے مسلمانوں کو دینی اور دنیوی۔ مالی اور اقتصادی نقصانات کے علاوہ چوہڑے۔ چمار وغیرہ کتوں و سؤروں سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔ اور یہ ایسی صاف بات ہے۔ جس کے لئے فلسفیانہ دلائل اور منطقی اشکال پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو ایک کم سن بچے ور بڑھے

دہقانی کے آگے بھی بیان کرو۔ تو وہ بھی فوراً سمجھ جائیگا۔ کہ واقعی ہندوؤں نے مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی غرض سے چھوت کا مسئلہ نکالا ہے۔ کیا یہ سمجھنا کوئی مشکل بات ہے۔ اور اس کے لئے کسی بڑی علمی دلیل کی حاجت ہے۔ کہ ہندو قوم تو وہ ہے۔ جس کے ہاتھ سے تمام مسلمان پکی ہوئی چیزیں لے کر کھا لیتے ہیں۔ اور پانی لے کر پی لیتے ہیں۔ دوسری قوم مسلمان ہے۔ جس کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھانا پانی کوئی ہندو نہیں کھاتا پیتا۔ تو بتلاؤ۔ کہ دونوں میں سے افضل کون ہوا۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ اعلےٰ ہوئے۔ جن کے ہاتھ سے مسلمان لے کر کھا پی لیتے ہیں۔ اور مسلمان ادنیٰ ہوئے۔ جن کے ہاتھ سے وہ کھاتے پیتے نہیں۔ اب بتاؤ۔ کہ ایسی بیّن بات کا سمجھنا بھی کوئی مشکل اور کسی دلیل کا محتاج ہے۔ اور پھر اس پر اور طرہ یہ ہے۔ کہ مذہباً ہمسایہ قوم کی یہ صورت ہے۔ کہ وہ تم سے افضل نہیں۔

(۱) بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جو خدا کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ جیسے جینی اور دیو سماجی ؞

(۲) بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جو انبیاء اور الہامی کتابوں کے منکر ہیں۔ جیسے برہم سماجی ؞

(۳) بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جو مخلوق کی پرستش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عورت و مرد کے شرمگاہ تک کے پجاری ہیں۔ جیسے سناتنی قدیم ہندو بت پرست ؞

(۴) بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جو خدا کے ساتھ دو چھوٹے خدا اس کے مددگار روح اور مادہ مانتے اور شرک فی الذات اور شرک فی الصفات کر کے مشرک بن گئے جیسے آریہ سماجی دیانندی ؞

اور یہ سب کے سب تمام انبیاء کے منکر اور مکذب اسلام کے دشمن مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ یہ ان کی مذہبی حیثیت ہے۔ پس اس حیثیت سے بھی غور کر کے دیکھو۔ تو ایک ہندو اور ایک چوہڑے۔ چمار اور سانسی میں کوئی فرق نہیں تکذیب میں ہر دو کی یکساں حالت

ہے۔ جس طرح چوہڑے چمار سانسی انبیاء کے منکر اور تکذیب اور خدا کی کتابوں کے منکر و مکذب اور بت پرست مخلوق پرست ہیں۔ ویسے ہی ہندو بلکہ ہندو ان سے بہت بڑھ چڑھکر خدائے اسلام۔ نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کتاب اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کے لئے آستین کے سانپ ہیں۔ دن رات اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے اور برباد کرنے کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ چوہڑے چمار تو یہ باتیں کرتے بھی نہیں۔ ان کو تو اسلام اور مسلمانوں سے اس درجہ کی عداوت اور مخالفت نہیں۔ اس لحاظ سے تو ان ہندوؤں سے یہ چوہڑے چمار ہی مسلمانوں کے نزدیک اچھے ہیں۔ بتاؤ کسی چوہڑے۔ کسی چمار۔ کسی سانسی نے آج تک کوئی تحریر کوئی تقریر اسلام اور بانی اسلامؐ کے خلاف لکھی یا کی ہو۔ جس میں تمام انبیاء۔ اسلام اور مسلمانوں کو گندی سے گندی گالیاں دی ہوں۔ لیکن کیا تم نے ہندوؤں کی وہ کتابیں۔ جو اسلام اور نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لہجہ میں تصنیف کر کے اس قدر دشنام دہی کی ہے۔ جو کسی چوہڑے چمار سے بھی سرزد نہ ہو۔ نہیں دیکھی سنی۔ کیا حملہ ہند۔ صمصام ہند۔ تحفۃ الاسلام۔ اندرز بجر۔ پاداش اسلام۔ اصول دین احمد۔ صوات ہندو غیرہ۔ اندر من مراد آبادی کی کتابیں اس امر کی گواہ دنیا میں موجود نہیں؟ پھر اس کے بعد اس نااہل گروہ آریہ نے جس قدر زہر اسلام کے خلاف اگلا ہے۔ اس کا تھوڑا سا نمونہ ہم نے ایک اپنی جدید تصنیف "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی میں ان کے گورو دیانند کی صرف ستیارتھ پرکاش سے نقل کر دیا ہے۔ وہاں دیکھلو۔ یا اصل کتاب ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں اور چودھواں باب خود ملاحظہ کر لو۔ جس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ کے خدا ہاں ہاں مسلمانوں کے خدا نہیں نہیں تمام جہان کے پیدا کرنے والے کو لعنتی اور شیطان کا بڑا بھائی۔ فریبی۔ دھوکہ باز۔ جعلساز۔ شعبدہ باز وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور مسلمانوں کے جان و مال اہل و عیال۔ ماں اور باپ۔ عزت اور آبرو

سے زیادہ عزیز اور تمام انبیاء کے پیشوا خدا تعالیٰ کے کامل مظہر شفیع المذنبین خاتم النبیین امام المرسلین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی و امی الف الف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ڈاکو۔ شہوت پرست۔ گوکلیہ گوسائیں۔ موذی۔ خود غرض۔ ظالم۔ زانی وغیرہ لکھکر اپنی بدفطرتی کا ثبوت دیا ہے۔ کیا تم نے کسی چوہڑے چمار سے بھی اس قسم کی گالیاں سُنی ہیں۔ یا کسی کتاب میں ان کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو چور بدکار۔ دروغگو۔ زناکار لکھکر مسلمانوں اور عیسائیوں کے دلوں کو زخمی کرنے والا سوامی دیانند (علیہ ما علیہ) کے کسی چوہڑے چمار کو بھی دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ کہ ہندوؤں کو چوہڑوں سے بدتر سمجھنے کے تم کیوں مکلف نہیں۔ کیا محمدؐ کی صفائی۔ سرچشمہ قرآن۔ اسلامی درگت۔ صورت حرام۔ عقائد اسلامی پر عقلی نظر۔ فرقان مقدس یا قرآن ثانی۔ قباحت الشفاعت۔ گیا شتک محمدی۔ فلسفہ محمدی۔ علمائے اسلام سے سوالات۔ اسلام میں نجات۔ حلال حرام۔ السورت مثل القرآن۔ اسلام کے بانی کی کہانی۔ اللہ میاں کا حلیہ وغیرہ سینکڑوں رسالے جو آریہ سماج کی طرف سے اسلام کے خلاف نکل چکے ہیں۔ جن میں انسانیت سے گذر کر حیوانیت دکھائی گئی ہے۔ کہ اگر ان کا ایک نمونہ یہاں نقل کردں۔ تو ممکن نہیں۔ کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش نہ ہو جائیں۔ بتلاؤ کسی چوہڑے چمار کی طرف سے بھی اسلام اور مسلمانوں کی یہ مخالفت ہوئی ہے۔ پس بوجوہات بالا اگر انصاف سے اور تدبر سے کام لیا جائے۔ تو چوہڑے چمار اس قدر دشمن اسلام نہیں۔ جتنے یہ آہما تما پرتس اپنے آپ کو اعلےٰ خیال کرنے والے ہندو ہیں۔ ان واقعات کی موجودگی میں کس طرح ہندوؤں کو چوہڑوں اور چماروں سے بہتر سمجھا جائے۔ کیا یہ حیرت اور تعجب کا مقام نہیں کہ مسلمان چوہڑوں اور چماروں، سانسیوں اور مبگوں کے ہاتھ کا چھوا ہوا نہ کھائیں۔ اور ان کو ذلیل سمجھیں۔ مگر ان ارذل اخلاق والوں کے ہاتھ کا پکا ہوا شوق اور ذوق سے نہیں۔ بلکہ گرہ سے پیسے خرچ کر کے خرید کر کھائیں۔ پھر ان میں اور اُن میں کوئی فرق نہ بتا سکیں؟

غور تو کرو! یہودی ایک وہ قوم ہے۔ جس کو معزز لقب "یہودی" کا اس وجہ سے دیا گیا تھا۔ کہ وہ بڑے دیندار پارسا تھے۔ وہ خدا کو مانتے۔ تمام رسولوں کو مانتے کتابوں کو مانتے۔ فرشتوں کو مانتے۔ حشر نشر قیامت کو مانتے صوم وصلوٰۃ کے پابند رہتے تھے۔ خدا نے ان پر بڑے بڑے انعام کئے تھے۔ مگر صرف دو انبیاء کے انکار سے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہونے پر مقبول سے مردود منعم علیہ سے ملعون۔ افضل ہونے ہوئے مغضوب بن گئے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی مسلمان ہندوستان میں کسی یہودی کے ہاتھ کا چھوا ہوا اور پکا ہوا کھا پی لے۔ تو مطعون ہو جائے۔ لعنت ملامت کا نشانہ بن جائے۔ حالانکہ شریعت نے ان کا کھانا جائز رکھا ہے۔ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے۔ مگر صرف اس وجہ سے کہ وہ دو جلیل القدر انبیاء کے منکر ہو گئے۔ مسلمانوں میں غلطی سے یہ رواج ہو گیا۔ کہ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا مسلمانوں نے بمنزلہ حرام کے سمجھ لیا۔ جب دو انبیاء کے منکروں کے ساتھ تمہاری چھوت چھات کا یہ حال ہو گیا۔ تو جو تمام انبیاء کے منکر۔ تمہارے خدا کے منکر۔ تمہاری کتابوں کے منکر۔ فرشتوں اور حشر نشر کے منکر ہوں۔ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا۔ تم کس طرح پسند کرتے ہو۔ اگر یہ مذہباً گو ہمیں ان کا کھانا پینا ناجائز نہ ہو۔ مگر اخلاق غیرت اسلامی کا تقاضا ہے۔ کہ ایسے لوگوں سے چھوت چھات کی جائے۔

اور سنو! عیسائی قوم تمام رسولوں۔ کتابوں۔ فرشتوں۔ قیامت کے ماننے والی ہے۔ وہ ایک نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے ضالین میں داخل ہو گئی۔ تو تم نے ان کے ہاتھ سے کھانا پینا ایسا گناہ سمجھا۔ کہ جو مسلمان انڈیا میں کسی عیسائی کا پکایا ہوا یا ہاتھ لگایا ہوا کھا پی لے۔ تو اس کو کفر کا مرتکب اور نہایت حقیر اور گنہگار سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بروئے شرع اسلام میں عیسائیوں کا طعام حلال ہے۔ اور صفائی کے اعتبار سے وہ ہندوؤں سے اس قدر افضل اور اعلیٰ ہیں۔ کہ ہندو نے کبھی خواب میں

بھی ایسی صفائی نہیں دیکھی ہوگی۔ مگر تم ان کا نہیں کھاتے۔ اور ایک اس شخص کا جو آدم سے لے کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء اور کتابوں کا منکر اور تمام شریعتوں کا مکذب ہے۔ اس کے ہاتھ کا کھا لیتے ہو۔ باوجودیکہ عیسائی مسلمانوں سے بالکل قریب ہیں۔ اور ہندو بالکل دُور۔

اگر کہو کہ ہندو اہلِ کتاب ہیں۔ ویدوں کو آسمانی کتاب مانتے اور الہام کے قائل ہیں۔ اس لئے ان کے ہاتھ سے ہم کھا پی لیتے ہیں۔ گو مذہباً ہم یہ بحث نہیں کرتے مگر یہ دلیل تو نہایت کمزور ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ یہودی اور عیسائی تو مسلّمہ اہلِ کتاب ہیں جن کے اہلِ کتاب ہونے پر قرآن مجید ناطق ہے۔ اور ویدوں کے کتاب ہونے پر قرآن شریف کی گواہی ہے۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صحیح اور صریح کوئی حکم۔ تاہم ہمارا اعتقاد ہے کہ ہندو ابتدا میں ضرور کسی الہامی کتاب کے پیرو ہونگے۔ لیکن جینی۔ دیوسماجی۔ برہم سماجی تو کسی کتاب کو بھی نہیں مانتے۔ مگر ہیں وہ بھی ہندو۔ کیا ان کے ہاتھ کا سامان نہیں کھاتے؟ کھاتے ہیں اور ضرور کھاتے ہیں۔ پھر یہ دلیل تو ناقص رہی۔ بات اصل یہ ہے کہ ہندوؤں کے ہاتھ کے کھانے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اور عیسائی یہودیوں کے ہاتھ سے کھانے کا اس ملک میں رواج نہیں۔ جس کی وجہ سے وہ گناہ اور عیب خیال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بزرگوں کو قبلہ اور کعبہ کہنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ جائز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مدینہ اور بیت المقدس کسی کو کہنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے یہ۔ بے ہودگی اور جہالت سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ بات دونوں طرح یکساں ہے جیسا قبلہ و کعبہ ایک سے جان مقدس مقام کا نام ہے۔ ایسا ہی بیت المقدس اور مدینہ منورہ مقامات مقدس کا نام ہے۔ مگر قبلہ و کعبہ کہنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اور بیت المقدس کہنے کا رواج نہیں ہُوا۔ اس لئے وہ جائز اور یہ ناجائز۔ ایسا ہی شراب خوری کی چونکہ بدقسمتی سے بعض نام کے مسلمانوں کو عادت ہو گئی ہے۔ اس کو برائے نام عیب اور گناہ اور شرعی جرم خیال

کیا جاتا ہے۔ لیکن اس پر وہ بے دہرے اور اظہار نفرت نہیں ہوتا۔ جو خدا نخواستہ ایک مسلمان نام رکھانے والے سے اگر سؤر کھائے ہوتا ہے۔ کہ اس کو اس قدر ذلیل اور ملعون اور سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ جس کی حد نہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ شراب خوری کا رواج ہو گیا ہے۔ اور سؤر خوری کا نہیں۔ ورنہ دونوں کی حیثیت ایک ہی ہے۔ جیسے سؤر حرام ہے۔ ویسی ہی شراب حرام ہے۔ پس یہ امر سمجھنا کہ چھوت چھات سے مسلمانوں کی اہرزنج ذلت ہوتی ہے۔ کوئی مشکل نہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جو جس کے ہاتھ سے کھا لیتا ہے۔ وہ اس کو افضل سمجھتا ہے۔ اور جو جس کے ہاتھ سے نہیں کھاتا۔ اس کو وہ مفضول اور اپنے سے کمتر جان کر اور ادنے خیال کر کے نہیں کھاتا۔ حالانکہ کھانے والا مسلمان ہر نظر سے مذہباً اور عملاً نہ کھانے والے ہندو سے افضل ہے۔ پاکی و طہارت میں اعلیٰ ہے۔ تہذیب و شائستگی میں بڑھیا ہے۔ اور نہ کھانے والا ہندو ہر شان میں مذہبی ہو یا عملی پاکیزگی ہو یا شائستگی مفضول ہے۔ ادنی ہے۔ گھٹیا ہے ؛

اے مدعیان اسلام

خوب سمجھ لو۔ کہ آج ضروریات مذہبی اور سیاسی داعی ہیں۔ کہ مسلمان ہندوؤں سے اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھکر چھوت چھات کریں۔ جس طرح ہندو کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں اور خاص کر ملکانوں راجپوتوں میں جو یہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ہم ہندوؤں سے ذلیل ہیں دور ہو جائے۔ اور وہ اپنی عزت اور اسلام کی برتری کو سمجھیں۔ اور ہندوؤں کو قدر عافیت معلوم ہو۔ کہ مسلمانوں کو ان کے چھوت چھات کرنے سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی دکانیں کھل جائیں۔ جو یقیناً ہندوؤں کی نسبت صفائی اور پاکیزگی سے کام کرینگے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ہم مستقبل قریب میں دیکھ رہے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے مال اور دولت اور عزت کو ہندوؤں کے ہاتھ پر قربان کر دینگے۔ اور پھر سر پہ ہاتھ رکھکر

روئیں گے۔ وقت ہے۔ کہ مسلمان بیدار ہوں۔ اور ہندؤوں سے چھوت چھات شروع کر دیں۔ تاکہ ذلت کا داغ جو مسلمانوں کے ماتھے پر لگ گیا ہے۔ دُور ہو ۔

مسلمانو! اب بھی اگر ہم اپنی امداد آپ نہ کریں تو صد حیف ہے۔ گو ہمارا مذہب اس قدر تنگ دلی کی ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ مگر ایسی حالاتِ نفرت اور برادرانِ وطن کی تنگ دلی کی وجہ سے اقتصادی رنگ میں بھی ہمارا اولین فرض ہے۔ کہ ہم ہر ایک دشواری اور تکلیف کو پورے استقلال اور ہمت سے برداشت کر کے جس طرح بھی ہو۔ اپنے آپ سے امداد لیں۔ اور ادھر ادھر مختلف اشیاء کی دوکانیں کھولکر برادرانِ وطن کو جتلا دیں۔ کہ بہت اچھا ہم آپ کی گذشتہ عنایات کے مشکور ہیں مگر اب اپنے دوشِ ہمت پر بار ضروریات رکھ کر دیکھتے ہیں۔ کہ کہاں تک آسانی کے ساتھ ہم اس کے کفیل ہو سکتے ہیں ۔

یہ گو ہمارا نیا تجربہ ہو گا۔ مگر خدا کے بھروسہ پر دیکھیں تو سہی۔ اس سے پہلے ہمارے شیعہ بھائی صاحبان مسلمان ہو کر اس طریق عمل کے بڑی پابندی کے ساتھ عادی ہیں۔ اور ان کی سب ضروریات بغیر ہندؤوں کے پوری ہو رہی ہیں۔ اور ان کوئی تکلیف نہیں ہے۔ وہ گو خشک اشیاء شائد ہندو سے لیتے ہیں۔ مگر اب ہم سب ملکر اور بھی وسعت سے یہ تجربہ کر کے دیکھیں۔ اس میں کسی ہندو کو بُرا منانے کی ضرورت نہیں ہے جب ایک بڑی حد تک کاروباری زندگی جدا ہو گی۔ تو ہمارے ساتھ میل جول سے ان کو اپنے مذہب کی پابندی سے روز روز گنہگار ہوتے اور بغیر غسل کئے کھانا کھانے کی بھی تکلیف نہ ہو گی ۔

ہندو صاحبان نے ہماری اس تحریک پر جو مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہبودی پر مبنی ہے۔ نہایت پریشانی اور گھبراہٹ کا اظہار کیا ہے۔ جس سے ہندو پریس کی سراسیمگی ظاہر ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہندو صاحبان کو اس تحریک سے تلملاہٹ کیوں ہوتی ہے۔ یہ ایک اقتصادی مسئلہ ہے۔ اور ہر قوم کو حق حاصل ہے۔ کہ اپنی ترقی کی راہ

میں جس چیز کو مضر خیال کرے۔ اسے ہٹا کر دُور کر دے۔ پھر اس تحریک کو ہندو مسلم اتحاد کا دشمن قرار دینا واقعات اور مشاہدہ کے سراسر خلاف ہے۔ آٹھ سو سال سے برابر ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات کر رہے ہیں۔ مگر باہمی اتحاد میں فرق نہیں آتا۔ آج یہی چھُوت چھات اگر مسلمان اپنے برادران وطن سے سیکھ کر کرنے لگیں۔ تو کیوں اتحاد میں رخنہ پڑنے لگا۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی چھوت چھات تو اتحاد کی جان ہو۔ مگر یہی ہتھیار اگر مسلمان استعمال کرنے پر آمادہ ہو۔ تو اتحاد کی گردن کٹ جائے۔ اینچہ بوالعجبی است۔

ہم کھول کر کہتے ہیں۔ کہ ہماری یہ تحریک محض مسلمانوں کی اقتصادی اور اخلاقی بھلائی کے نقطۂ خیال سے ہے۔ چھوت نے جہاں مسلمانوں کے مال پر حملہ کیا ہے۔ وہاں ان کے اخلاق کو بھی بگاڑا ہے۔ ان میں خودداری کا مادہ رہا ہی نہیں۔ اور وہ غیرت جو اپنے مذہب کے لئے چاہیے تھی۔ بالکل کم ہو گئی ہے۔ ان میں جذبات کی غلامی اور عادت کی پابندی پیدا ہو رہی ہے۔ اب جبکہ ان میں یہ تحریک جاری ہوئی ہے۔ تو ایک طرف ان میں یہ اقتصادی اور تجارتی روح کام کر رہی ہے۔ دوسری طرف خودداری کے جذبات کام کر رہے ہیں۔ تیسری طرف ان میں اپنے جذبات پر ضبط کی قوت آ رہی ہے۔ مثلاً ایک مسلمان دیکھتا ہے۔ کہ اسے بھوک لگی ہے۔ اور کوئی چیز کھانے کے لئے بجز ہندوؤں کی پوریوں کے نہیں مل سکتی۔ تو وہ بھوک پر غالب آنے کی کوشش کریگا۔ بے صبری سے کام نہ لے گا۔ اور جب تک مسلمان کے ہاں سے کوئی چیز نہ ملے۔ استعمال نہ کریگا۔ پس اس طرح ضبط علی النفس کی قوت ترقی کریگی۔ کیونکہ ضبط علی النفس نہ ہو۔ تو انسان عالی حوصلہ اور بلند خیال نہیں ہو سکتا۔ پس ہندوؤں سے چھُوت کا مسئلہ اس دونٗ کے لحاظ سے ایک بیش قیمت خزانہ ہے۔ اگر مسلمانوں نے اب اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو پھر کہیں کوئی موقعہ نہ ملے گا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اس تحریک پر لبیک کہکر اٹھو۔ اور ہندوؤں سے اسی طرح چھوت کرو جس طرح بھنگیوں اور چماروں سے کرتے ہو۔

غور کا مقام ہے۔ جب چماروں تک کو مسلمان کی روٹی کھانے سے ہندو روکتے ہیں۔ تو مسلمانوں کے لئے ہندوؤں کی مٹھائیاں قیمتاً خرید کر کھانا کہاں تک جائز ہیں۔ کیا مسلمانوں میں اتنی بھی غیرت نہیں۔ کہ وہ ہندو جن کی نگاہ میں مسلمان چماروں سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ ان کے ہاں کی چیزیں قیمتاً خرید کر اور انہیں استعمال کر کے اپنی ذلت کا آپ ثبوت بہم پہنچائیں۔

دیکھو روزمرہ کی اشیاء خوردنی پر اگر دو آنہ فی کس یومیہ سمجھا جاوے۔ تو مسلمانوں کی مردم شماری ہندوستان میں سات کروڑ سے زیادہ ہے۔ تو قریب ۸۸ لاکھ روپیہ روزانہ ان برادران گرامی قدر کے خزانوں میں جاتا ہے۔ جو تم کو "ملیچھ" کے رذیل خطاب سے مخاطب کر کے کتے سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ اب تم سوچ لو۔ کہ جس قوم کا اس قدر ہر روز روپیہ حریف قوم کے ہاتھ میں چلا جائے۔ وہ کس طرح حریف کی ہم پلہ بن سکتی ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اسی ایک چھوت چھات نے ہماری مخالف قوم کو فارغ البال اور ہمیں خستہ حال کر رکھا ہے۔ اور اگر چند اور سال کچھ عرصہ اور ہماری غفلت کا یہی حال رہا۔ تو دیکھ لینا۔ کہ بدن پر کپڑا بھی باقی نہ رہے گا۔

یاد رکھو! اگر تمہارے برادران وطن تمہارا آب و دانہ بند کرنے لگیں۔ تو ایک دن ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ نہ تم کو پیٹ بھرنے کے لئے آٹا ملے۔ نہ شکم سیری کے لئے دانہ چنے کو بھنا کر ہی دن بسر کر لو۔ نہ ہنڈیا کے لئے نمک اور نہ چراغ کے لئے تیل مٹھائی پوری۔ دودھ۔ دہی پکوڑے تو رہے درکنار تم کو جینا محال ہو جائے گا کیونکہ یہ سب کچھ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر آٹا دانا بند کر دیں۔ تو تم انہیں کے بھی نہ رہو گے۔ اور انہوں نے ایسا ضرور کرنا ہے۔ اگر یقین نہیں۔ تو سن لو۔ میں تمہیں ان کے ارادوں سے اطلاع دیتا ہوں۔

ہم نے تین ماہ سے متواتر باجازت سیدنا امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ احد پنجاب کے بڑے بڑے مقامات میں جلسہ کر کے ہزارہا کے سامنے اپنے برادرانِ اسلام میں اس تحریک کے کہ وہ ہندوؤں سے اس طرح چھوت چھات کریں۔ جس طرح ہندو ان سے کرتے ہیں۔ اور اپنی ہر قسم کی دوکانیں کھولیں۔ اپنی سب ضروریات کی تجارت اپنے ہاتھ میں لیں۔ لیکچر دیئے۔ چنانچہ راولپنڈی۔ لاہور۔ گجرات ملتان۔ سرگودھا۔ گوجرہ۔ قصور۔ لائل پور وغیرہ وغیرہ مقامات میں اس تحریک کو امید سے بڑھکر قبولیت اور کامیابی ہوئی۔ تو اس پر ہندو و آریہ اخبارات نے ناخنوں تک زور لگا کر میری مخالفت کی۔ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہا۔ ....

...... اور حکام کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔ کہ میر قاسم علی بد امنی پھیلانا اور ہندو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے۔ اس کو گورنمنٹ اور حکام فوراً گرفتار کریں۔ اس کی ضمانت لیں اس کو دار پر چڑھائیں۔ اس کو جلاوطن کر دیں۔ اس کو نظر بند کر دیں۔ یہ گردن زدنی ہے۔ کیوں اس کے لیکچر بند نہیں کئے جاتے۔ غرض کہ ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ اور یہ سمجھ لیا۔ کہ حکام اور گورنمنٹ انگریزی ویسی ہی ظالم اور بے خبر اور نادان ہے۔ جیسے کہ آریہ راجہ ہوا کرتے ہیں۔ کہ جس کا گلا موٹا دیکھا۔ اس کو پکڑ کر سُولی دے دیا۔ بہر حال ان عدم تعاونیوں نے میرے لئے گورنمنٹ پنجاب سے تو تعاون کر لیا۔ مگر وائے برحال ایشاں کہ اب تک خدا کے فضل سے اپنے منصوبوں میں نامراد ہی رہے ہے۔ اور انشاءاللہ تاحیات رہیں گے۔ کیونکہ اپنی قوم کو مضرات سے بچنے کی تحریک کر کے مفادات کی طرف لے جانا اور اپنے حالات اور اپنے نقصان و نفع کو بیان کر کے نقصانات سے بچانے اور قومی ترقی کی راہ میں جو روکیں ہوں۔ ان کو دُور کرنے کی تحریکیں کرنا۔ اور اپنی قوم کو تجارت کی رغبت دلانا۔ اور اپنے مال کو غیروں کے صندوق میں جانے سے بچانے کی تدبیر پیش کرنا قانوناً جرم ہے۔ نہ عرفاً گناہ ہے۔ نہ عقلاً قابلِ مواخذہ ہے۔ اگر میں مسلمانوں کو کہتا ہوں۔ کہ چھوت چھات نے تم کو مفلس کر دیا۔ ذلیل کر دیا۔ حقیر بنا دیا۔ تمہارے تمام

اخلاق بگاڑ دیئے۔ اس لئے تم بھی اس نسخہ کو اس قوم کے ساتھ استعمال کرنا شروع کر دو۔ جس نے تم سے آٹھ سو سال سے یہ سلوک جاری رکھا ہوا ہے۔ تاکہ تم با عزت بن جاؤ۔ مالدار ہو جاؤ۔ اپنا پیسہ بچاؤ۔ تجارت میں حصہ دار ہو جاؤ۔ وغیرہ وغیرہ تو یہ کونسا اخلاقی یا قانونی جرم ہے۔ جو گورنمنٹ یا حکام قاسم علی کو اس سے روک دیں اور اُسے جیل میں بھیج دیں۔ دیکھو "جاگرت" لائل پور اور پرتاپ وگیسری وغیرہ اخبارات جن میں افترا اور جھوٹ بول بول کر زمین و آسمان سر پہ اٹھا لیا ہے۔ کہ میر قاسم علی آریوں کو بہت تنگ کر رہا ہے:

ہندؤوں کی مسلمانوں کو دھمکی

لائل پور کا بُت پرست ایڈیٹر فیاض چھوت چھات کی تحریک پر مسلمانوں کو وہ دن یاد کراتا ہے۔ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ کہ اگر مسلمان آج تجارت میں آگے نہ بڑھیں گے۔ تو ایک دن بھوکے مرجائیں گے۔ چنانچہ "جاگرت" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"ملکانہ راجپوتوں کی شدھی سے اسلامی اور خصوصاً احمدی کیمپ میں ایک بم گرا ہے۔ کہ وہاں ایک زبردست ہل چل مچ گئی۔ پچھلے دنوں میر قاسم علی لائل پور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور آپ نے مسلمانوں کو ہندؤوں سے بالکل بائیکاٹ کرنے کی (جھوٹے پر ہزار لعنت۔ بائیکاٹ نہیں۔ بلکہ چھوت چھات کرنے کی۔ فاروق) زبردست تلقین کر کے بتایا۔ اگر مسلمان ہندؤوں سے پکوڑے کھانا ہی چھوڑ دیں تو مسلمانوں کا ہم اکروڑ روپیہ بچ سکتا ہے (دیکھا در دغگو را حافظہ نباشد۔ پکوڑے کھانا چھوڑ دینا بائیکاٹ ہے۔ یا چھوت چھات۔ فاروق)۔ میر جی! اپنے حال پر رحم کیجئے۔ اور اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا نہ چلایئے۔ آپ کو تو چند کروڑ روپے کا فکر ہے۔ لیکن اگر آپ کی دیکھا دیکھی ہندؤوں نے

مسلمانوں سے بائیکاٹ کر دیا۔ تو آپ کی قوم کا دو چار دن میں ہی دیوالہ نکل جائیگا۔ میرجی! اگر ہندوؤں میں مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنیکی تحریک پیدا ہوگئی۔ تو مسلمان رنگریز۔ نائی۔ دھوبی۔ مزدور۔ معمار۔ ترکھان۔ موچی۔ تانگوں والے۔ فقیر فقرا۔ مجاور بچارے بھوکے مرجائیں گے۔ اور تو اور اگر ہندوؤں نے مسلمان گداگروں کو جو ہندو گداگروں سے بہت زیادہ ہیں۔ اور ہندوؤں سے مانگتے ہیں۔ بھیک دینی بند کردی۔ تو آپ کی قوم کو قیامت یاد آجائیگی ؎

آہ! آپ کے لیکچر کا اتنا بُرا اثر ہُوا۔ کہ ہندوؤں نے مسلمان فقیروں کو جواب دینے شروع کر دیئے۔ اور مجھے ایک ہندو شخص نے کہا۔ کہ ہمیں اپنی دوکانوں میں صندوقچیاں اور گھروں میں گھڑے رکھ لینے چاہئیں (یہ فیاض صاحب ایڈیٹر جاگرت نے دراصل اپنی طرف سے ہندوؤں کو تجویز بتائی ہے۔ کہ وہ آئندہ ایسا کریں۔ فاروق) جب کوئی مسلمان فقیر آئے۔ تو مٹھی آٹا یا پیسہ گھڑے یا صندوقچی میں ڈالکر کہہ دیا جائے۔ کہ جاؤ دے دیا ہے۔ اس طرح سے کم از کم ہر دوکاندار ۸ روپیہ ماہوار جمع کریگا۔ وہ مہابیروں (ہندو بہادروں کی خانگی فوج) کو دان دیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ گو ہم (فیاض) نے اسے رد کردیا۔ کہ یہ باتیں ہندوؤں کی شان کے شایاں نہیں۔ لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ تو کیا حالت ہوگی۔ ذرا اس وقت کے نقشہ کو قوت متخیلہ سے دیکھ لیں۔ آپ چودہ کروڑ روپیہ کی بچت کرنے کو کہتے ہیں۔ ایسا نہ کہہ اٹھیں کہ اب ہم تو کمبل چھوڑتے ہیں۔ لیکن کمبل ہی ہمیں نہیں چھوڑتا!!

(جاگرت لائل پور مورخہ ۱۳ر اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵)

مسلمانو! سن لو۔ اور خوب سمجھ لو! یہ ہیں وہ دھمکیاں جو تم کو صرف اس وجہ سے دیجاتی ہیں۔ کہ کہیں سچ مچ مسلمان چھوت چھات کر کے اپنے قدموں پر آپ کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور اس چھوت سے کہ ہمارا دانہ پانی ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ وہ بند کر دینگے تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ اس تحریک کو جو مسلمانوں کی حیات دینی اور دنیوی کا حالات موجودہ میں واحد ذریعہ ہے۔ قبول نہ کریں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کو ایک کڑے امتحان کا سامنا ہوگا۔ اور اس تحریک پر عمل پیرا ہونے کے لئے بڑی سے بڑی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ مگر یہ سب کچھ آسان ہے۔ بمقابلہ اس وقت کے کہ جب واقعی طور پر مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں عدم آباد کو پہنچ جائیں گے۔ پھر کچھ بھی نہ ہو سکیگا۔ ابھی وقت ہے۔ کہ سنبھل جائیں۔ جس قدر دیر ہو گی۔ اسی قدر ذلت کی ترقی۔ تجارت کی تنزلی۔ افلاس کی بیشی۔ اقتصادی کمی ہوتی جائیگی۔ اے خدا تو ہی مدد کر۔ اور مسلمانوں کی آنکھیں کھولدے۔ آمین ٭

آریوں کی قلم سے چھوت چھات کی اغراض

میں نے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ چھوت چھات سے ہندوؤں نے بڑے فائدے حاصل کئے۔ اور مسلمانوں نے ناقابل برداشت نقصان اٹھائے ہیں۔ اور اس چھوت چھات کی غرض سوائے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اپنی قوم کو مالدار بنانے اور اسلام میں داخل ہونے سے بچانے کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں تو اس منحوس تباہ کن رسم کا نام و نشان نہیں۔ جیسا کہ میں مفصل اس پر لکھ چکا ہوں۔ اب اپنے اس دعویٰ کی مزید مگر مفصل اور مسلمہ شہادت آریوں کے بزرگ اور مسلمانوں کے دشمن ایک آریہ اخبار سے پیش کر کے ہندوؤں پر اقبالی ڈگری کر دیتا ہوں۔ ناظرین پوری توجہ سے ذیل کا مضمون ملاحظہ فرماویں۔ جو آریہ اخبار ”مسافر آگرہ“ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۶ پر زیر سرخی ”چھوت چھات پر چند خیالات“ شائع ہوا ہے۔ جس کو ایک ہندو نلشٹ

نے لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ :-

"چھوت چھات کا مسئلہ بذات خود ویدوں میں کہیں نہیں لکھا ہے۔ اور نہ یہ شاستروں کا ہی مسئلہ ہے۔ پرانوں و پرانی سمرتیوں میں بھی اس کا کہیں جواز نہیں ملتا۔ بلکہ جہاں تک اس عجیب و غریب مسئلہ کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ چھوت چھات بجز مذہبی و مجلسی بائیکاٹ کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور یہ زبردست ہتھیار ہندوؤں کو محض اپنی جاتی (قوم) اپنی تجارت اور اپنے دھرم کی رکھشا کے لیئے اس وقت ایجاد کر کے اپنے ہاتھ میں لینا پڑا ہے۔ جب کہ قسام ازل نے ہندوؤں کو مسلمان حکمرانوں کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔ جب اورنگ زیب جیسے ظالم و متعصب مسلمان بادشاہوں نے بیکس ہندوؤں کے روبرو اسلام اور موت دونوں میں سے ایک کو قبول کرنے کے لئے ساتھ ہی ساتھ رکھ دیا۔"

سلہ اورنگ زیب علیہ الرحمتہ کو ظالم اور متعصب لکھنے والے جاہل اور اس کے ہمخیالوں کو ان کے آریہ بھائی کی زبان سے ہی کذاب اور جھوٹا ثابت کر دیتا ہوں۔ مہتہ جیمنی بی۔اے وکیل لائل پور نے "اورنگ زیب کی زندگی کا روشن پہلو" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ جو بار اول ۱۹۲۳ء میں دھرم دیر نے ریفارمر پریس میرٹھ میں طبع کی۔ اور دشوسا تھیہ بھنڈار میرٹھ نے اس کو شائع کیا۔ جس کا ٹائیٹل بھاسکر پریس میرٹھ میں طبع ہوا۔ چھوٹی تقطیع پر ۱۰۴ صفحہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا مصنف بھی آریہ پرنٹر بھی آریہ اور پبلشر بھی آریہ ہیں۔ اس کتاب میں اورنگزیب رحمتہ اللہ علیہ کو ظالم اور متعصب کہنے والے بے حیا لوگوں کا جواب یہ لکھا ہے۔ کہ :-

"ہندوؤں کے دل میں اورنگ زیب کی نسبت بہت تعصبانہ خیالات ڈالے گئے ہیں۔ لیکن اگر ان کے سامنے اس زمانہ کی مالی آسودگی اور ترقی ہندوستان

اس وقت ہندوؤں نے اپنی جاتی اور دھرم کی رکھشا (حفاظت) کا

کا اصلی پہلو پیش کیا جائے۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ ہندوؤں نے اس زمانہ میں کس قدر ترقی کی۔ کیا بلحاظ علم اور کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ مال و دولت کس قدر اعلیٰ ترقی کی تھی۔ اور اب اس مقابلہ میں ہندوؤں کی حالت کس قدر بگڑ گئی ہے۔" (صفحہ ۸)

او ظالم آریہ مہاشو! دیکھو یہ تمہارا ہی بھائی" ہماری کیسی کھلی تردید کر رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے۔ کہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو اس محسن کش احسان فراموش ہندو قوم نے عروج حاصل کیا تھا۔ آج اس کے مقابلہ میں گری ہوئی حالت کو یہ قوم پہنچی ہوئی ہے یعنی اورنگ زیب رح کیسا تھا۔ جیمنی جی لکھتے ہیں۔ کہ:-

"وہ بڑا با انصاف حاکم تھا۔ عدالت کرتے ہوئے کسی کی رو رعایت نہیں کرتا تھا۔ وہ امور سلطنت میں مذہبی تعصب سے بری تھا۔ وہ ہر طرح اپنی رعایا کی بہبودی اور خوشحالی چاہتا تھا۔ اور رعایا کو امانت الٰہی سمجھا کرتا تھا۔ اس نے مالگذاری کے نصف حاکم ہندو اور نصف مسلمان مقرر کئے۔" (صفحہ ۳۷)

او احسان فراموشو! اسی اورنگ زیب رح کو تم متعصب اور ظالم کہتے رہتے ہو۔ حیا کرو۔ شرم کرو۔ دیکھو وہ تمہارا خیالی متعصب بادشاہ ایک پانچ ہزاری منصب دار محمد امین خان کی ایک نامعقول درخواست پر حکم دیتا ہے۔ کہ:-

"امیر سلطنت را بہ مذہب چہ نسبت وکارہائے سلطنت را بہ تعصب چہ دخل لکم دینکم ولی دین۔" (صفحہ ۴۳)

کیا اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو تم اس لئے ظالم کہتے ہو۔ کہ اس نے دسمبر ۱۶۶۳ء سنہ میں ستی ہونے کی رسم بند کر دی تھی"۔ صفحہ ۵۶ آخر اس نے تم پر کیا ظلم کیا تھا؟

بجز اس کے اور کوئی ذریعہ نہ دیکھا۔ کہ قوم اور دھرم کے گرد بائیکاٹ

تو ایک دوسری گواہی بھی سُن لو! یہ گواہ بھی تمہارا آریہ بھائی ہے۔ جس کا نام سنت رام آریہ ہے۔ جس کا تخلص آشفتہ ہے۔ جو ایک ماہوار رسالہ دھرم بیر لاہور کا ایڈیٹر ہے۔ اس نے ایک مضمون "ہندو جاتی اور سکھ گورو" اپنے رسالہ دھرم بیر میں کئی نمبروں میں نکالا۔ پھر اس کو ٹریکٹ کی شکل میں راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں بار اوّل طبع کرا کر شائع کیا۔ اس میں وہ لکھتا ہے:۔

"کیا اورنگ زیب نے ایسا کوئی حکم دیا۔ کہ تمام ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جاوے۔ اگر اور کسی جگہ نہیں۔ تو کیا کشمیر کے لیئے اس کا کوئی پروانہ جاری ہوا؟"

اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیکر ہر ایک ظالم اور محسن کش افتراء باز آریہ ہندو کے منہ پر تھوکتا ہے:۔

"جواب تمام ہندوستان کی تواریخ کی پڑتال کریں۔ اورنگ زیبؒ کے اوّل سے آخر تک حالات پڑھیں۔ اور اس کے عہد کے واقعات کا بغور مطالعہ کریں۔ کہیں نظر نہیں آئیگا۔ کہ اورنگ زیبؒ نے کوئی اس قسم کا حکم دیا۔ نہ ہی مسلمان مؤرخوں نے اس کا ذکر کیا۔ اور نہ ہی یورپین سیاحوں نے لکھا۔ حتےٰ کہ سٹوریہ ڈوموگر کے آزاد مصنف مسٹر نکولاس منوچی جو شاہجہان سے لے کر شاہ عالم کے زمانہ تک مغلیہ دربار میں رہا۔ اور جس نے اورنگ زیب کی ہر ایک حرکت اور چھوٹے سے چھوٹے ظلم کو بھی قلمبند کرنے سے نہ چھوڑا۔ اس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔

اورنگ زیب پنجاب۔ بنگال۔ بہار یوپی اور دکن کے باشندوں کو جبراً

کی کانٹوں دار باڑ لگادی جائیگی۔
یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔ کہ سوا من جنیئو و چوٹیاں کٹوا کے کھانے والے

مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہتا۔ اورنگ زیب رح اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنا چاہتا تھا۔ تو سب سے پہلے اس کو ضروری تھا۔ کہ وہ اپنے دربار کے اراکین راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ اور ہزاروں راجپوتوں کو۔ جو اس کی فوج میں ملازم تھے۔ مسلمان کرتا۔ لیکن واقعات بتلاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوا۔ ہم ڈنکے کی چوٹ سے لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ کرتا تھا اور اس نے کیا۔ وہ سب ہوس ملک گیری سے مجبور ہو کر کیا۔ مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا خیال ہرگز ہرگز اس کی تہ میں کام نہ کر رہا تھا۔" (صفحہ ۱۰۹)

دیکھا او "جاگرت" کے خفتہ بخت ایڈیٹر اور سُن لے۔ او شاہان اسلام کو ظالم و متعصب کہنے والے آریہ پرکاش اور آریہ گزٹ کے ایڈیٹر! یہ تمہارے آریہ بھائی کس قدر ڈیفنس اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کا کر رہے ہیں۔ اور تمہارے منہ میں مٹی بھر رہے ہیں۔ اب بھی تم اورنگ زیب رح کو بُرا ہی کہو گے؟ اگر کہو گے۔ تو یہ تمہاری فطرت کا قصور ہوگا جس سے تم معذور سمجھے جاؤ گے۔ کیونکہ ؎ مقتضائے طبیعتش این است (مؤلف)

۱؎ سوا من جنیئو توڑ کر روٹی کھانے کا جواب سن لو۔ جو آریہ مہاشہ کی ہی زبان قلم سے دیا جاتا ہے۔ وہی مہتہ جیمنی جی۔ بی۔ اے سابق وکیل لائلپور اپنے اسی رسالہ میں جس کا ذکر دوسری جگہ کر دیا ہے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اورنگ زیب نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ یہاں تک کہا جاتا ہے۔ گو تاریخی حوالہ نہیں ملتا۔ کہ سوا من جنیئو توڑ کر روٹی کھایا کرتا تھا۔ نہ معلوم ایسی گپ زبان زد خلائق کی اختراع

بیسیوں اورنگ زیب ہم پر حکومت کرکے گذر گئے۔ لیکن ہم زندہ ہیں اور یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمان صدیوں تک ہم پر حکومت کرنے

کہاں سے ہوتی۔ اگر غور سے دیکھا جاوے۔ تو اس کی لغویت عیاں ہے۔ کیونکہ ایک تولہ وزن میں تین جنیئو آتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ سیر بھر وزن کے۔ ۲۴۰ جنیئو اور سوا من کے لئے ۱۲ ہزار جنیئو چاہئیں یعنی ایک ماہ میں ۳۶۰۰۰ ہزار اورنگ زیب مسلمان بنانا۔ یعنی سال بھر میں ۴۳۲۰۰۰ گویا قریباً نصف کروڑ ہندو سال بھر میں مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس وقت ہندوؤں کی آبادی ۱۸ کروڑ تھی۔ جس میں سے اگر نصف حصہ عورتوں کا علیحدہ کر دیا جاوے۔ کیونکہ وہ جنیئو نہیں پہنتی ہیں تو باقی ۹ کروڑ رہ جاتے ہیں۔ ۹ کروڑ میں سے ۳ کروڑ وہ لوگ سمجھیں جو چھوت شودر اور چھوٹی جاتیں حجام کہار وغیرہ کہلاتے ہیں۔ جن کو یگیو پوئت (جنیئو) پہننے کا استحقاق نہیں۔ پس باقی چھ کروڑ رہ جاتے ہیں۔ ان چھ کروڑ سے بھی ۲ کروڑ کے قریب لڑکے لڑکیاں جو پانچ برس کی عمر کے اندر ہی جنیئو نہیں پہنتے۔ تو باقی چار کروڑ ہندوؤں کے جنیئو تڑوانا۔ تو یہ مرحلہ ۸ سال میں طے ہو جانا۔ اور اس وقت ایک بھی ہندو صفحہ ہستی پر نظر نہ آتا۔

پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ مبالغہ آمیز گپ کسی نے ہندو مسلمانوں کے باہمی جذبہ کو بھڑکانے کیلئے ہانک دی ہے۔ ورنہ اسکی صداقت واقعات کی کسوٹی پر پرکھی نہیں جاسکتی۔ امید ہے۔ کہ اس جواب کو جو آریہ جی کی قلم سے نکلا ہوا ہے دیکھکر تمام ہندو آریہ جو اورنگ زیب پر ایسے جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگاتے ہیں سرد ہو جائیں گے۔ اور کبھی آئندہ ایسی لغویات اور مبالغہ آمیز گپ زبان پر نہیں لائیں گے۔

(مؤلف)

کے باوجود ملک کی عمدہ تجارت ہم سے نہ چھین سکے۔ یہ سچ اور بالکل درست ہے۔ کہ اگر ہندو جاتی کے گرد ہندو بزرگ اسلامی حکومت کے آغاز ہی میں چھوت چھات کی خاردار باڑ نہ لگا دیتے۔ تو کسی صورت میں بھی آج کوئی ہندو صفحۂ ہستی پر نظر نہ آتا۔

ہم کہتے ہیں۔ اگر یہ چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو کسی قسم کی بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں نظر نہ آتی۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو آج دنیا میں ایک بھی دیدوں کا پیرو دکھلائی نہ دیتا۔ اگر ہماری تجارت کی کسی طاقت نے حفاظت کی تو وہ طاقت اس بائیکاٹ کی تھی۔ اگر ہمارے دھرم کی کسی تحریک نے رکشا کی ہے۔ تو وہ یہ بائیکاٹ کی طاقت تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم چھوت چھات کو (سوفت تک بنا گنے رچھوٹنے) کو ہندو قوم کی زندگی کا باعث سمجھتے ہیں۔ جب تک قوم کا ایک ایک بچہ اپنے دھرم اور اپنی قوم کی عظمت کو اچھی طرح محسوس نہ کرلے۔ (جو ابھی تک دو ارب سال گزرنے پر بھی محسوس نہیں ہوا۔ خاروق) اس تحریک سے ہندو قوم کو جو زبردست فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔ کہ جن میں کسی قوم کے مبالغہ کی گنجائش ہو مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تجارت ہی کو لیجیئے۔ ۔ ۔ ۔ آج ملک کی تمام خوردنی اور عمدہ اشیاء کی تجارت عملاً ہندوؤں کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور سچ پوچھو۔ تو اسی پر ہندو قوم کی زندگی کا مدار ہے۔ برخلاف اس کے ان اشیاء کی جن کے گرد ہندوؤں نے چھوت چھات کی باڑ نہ قائم کی تھی۔ تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ مثلاً سوداگری کا مال و سبزی ترکاری وغیرہ اور تمام کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑے وغیرہ کی تجارت کل ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے مقابلہ پر وہ تجارت

جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ تجارت کا اصول ہے کہ جن اشیاء کی انسان کی زندگی میں روزمرہ ضرورت پڑتی ہے۔ ان کی تجارت ہی تجار کیلئے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی کی سب سے اہلی ضرورت کھانا پینا ہے۔ اور ان ہر دو اشیاء کی تجارت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب آپ تھوڑی دیر کیلئے غور کیجئے۔ کہ اگر ہندوؤں میں چھوت چھات نہ ہوتی۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھا لیا کرتے۔ تو کیا یہ ممکن تھا۔ کہ سبزی ترکاری سامان سوداگری کی طرح تمام خوردنی و پوشیدنی اشیاء کی تجارت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوتی؟ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر چھوت چھات نہ ہوتی۔ تو کیا آج ملک میں ایک بھی ہندو حلوائی۔ بزاز بنیا۔ پنساری نظر آتا؟ نہیں! غور کیجئے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آج جس قدر بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ صرف چھوت چھات ہی کی بدولت ہے اور اگر آپ کو اس پر یقین نہ ہو۔ تو آج ہی چھوت چھات کو اڑا کر دیکھ لیجئے۔ آپ کو ایک ہی ماہ کے اندر حقیقت معلوم ہو جائیگی ؛

بس ہم حق الیقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلامی حملوں سے سب سے زیادہ ہندوؤں کو اگر کسی طاقت نے بچایا۔ تو بائیکاٹ کی طاقت تھی۔ برخلاف اس کے آپ ذرا غور کیجئے کہ اگر ہندوؤں کے پاس اسلام کے خلاف یہ زبردست ہتھیار نہ ہوتا۔ تو کیا ممکن تھا کہ آج ہندوستان میں ۲۳ کروڑ ویدوں کے ماننے والے موجود ہوتے۔ تمام ہندو مسلمان ہو گئے ہوتے۔ اور اگر کسی کو شک ہو۔ تو آج ہی اس سوشل بائیکاٹ کو اڑا کر دیکھ لے"

(مسافر آگرہ جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء)

میرے خیال میں اس مضمون سے بڑھکر کوئی مضمون مسلمانوں کو ہوش میں لانے اور چھوت چھات کے نفع و نقصان جتانے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ میں نے چھوت کے نفع و ضرر بیان کئے ہیں۔ اب سب کی تصدیق "مسافر آگرہ" نے حق الیقین کے ساتھ کر دی ہے۔ لہذا اب بھی اگر مسلمانوں کو اپنی حالت پر افسوس

کر کے اس کو بدلنے کی جرأت کے ساتھ احساس ہو کر حرکت پیدا نہ ہوئی۔ تو نتیجہ

سُن لو

زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارہ کہ ہے آشتی میں مری یاں گذارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا مجھے ان سے کرنا پڑے گا کنارا

صدا ایک ہی رُخ نہیں ناؤ چلتی
چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بُلبلِ نغمہ خواں کی کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آ رہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنے والی سحر اب

فلاکت جسے کہیئے اُم الجرائم نہیں رہنے ایماں پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انساں کو جو بہائم مُصلّی ہیں دل جمع جس سے نہ صائم

وہ یوں اہلِ اسلام پر چھا رہی ہے
کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں فرنگی کے پیسے کو مُردار سمجھیں

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

یہ حال تمہارا ہو چکا ہے۔ اور جو کسر ہے وہ اب پوری ہو جائیگی۔ اگر تم نے پرواہ نہ کی۔ تو یاد رکھو کہ
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

اٹھو ہمت کرو باندھو کمر ہوشیار ہو جاؤ

ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ اور ہر ایک گاؤں میں جہاں مسلمان آبادی ہے۔ اسلامی دکانیں کھولدو۔ ہر ایک قسم کی تجارت جو شرعاً ممنوع نہ ہو۔ اپنے ہاتھ میں لے لو۔ خصوصاً کھانے پینے کی اشیاء بجز مسلمان کے ہاتھ کے کسی ہندو کے ہاتھ لگی ہوئی مت خریدو۔ یہ قومی اور مذہبی غیرت کے خلاف ہے۔ کہ تم ہندوؤں کی پکی ہوئی چیز کھاؤ۔ مگر وہ تمہارے ہاتھ سے پانی تک نہ پئیں۔ اس مقابلہ میں گو تم پر بہت حملے ہونگے۔ تم کو خود تمہارے ہی قومی بھائی جو ناواقف ہیں۔ یا جن میں مذہبی اور قومی اصلاح و غیرت کا مادہ نہیں۔ تم کو اس سے باز رہنے کی ترغیبیں دینگے۔ مختلف رنگوں سے تم کو اس تحریک پر عمل کرنے سے یار و اغیار روکیں گے۔ سیاسی لیڈر جنہوں نے اس وقت تک بجز مسلمانوں کو ذلیل و ملزم کرنیکے کوئی بہتری کی تجویز نہیں سوچی۔ ہندو مسلم اتحاد کا واسطہ دیکر منع کرینگے۔ کہ ہندوؤں سے چھوت چھات نہ کی جائے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ سب یہ قومی بدخواہ یا قومی نفع و نقصان سے ناآشنا ہیں۔ ایسے لوگوں کا ایک ہی چپ کرا دینے والا جواب ہے۔ کہ ان کو کہدیا جائے۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندوؤں سے چھوت نہ کی جائے۔ تو ہندوؤں سے کہو۔ کہ وہ مسلمانوں سے ایک دم فوراً چھوت ترک کرنے کا عہد کرلیں۔ اور اگر پھر اس کا ارتکاب کریں۔ تو ایک کافی تاوان ادا کریں۔ ہم کو ہندوؤں سے کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ ہم ان کے ویسے ہی خیر خواہ ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اپنی قوم اسلام کو بھی تباہی کی طرف جاتے دیکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ مسلمانوں کی بہتری بمقابلہ ہندوؤں کے ہمارا مذہبی اور قومی فرض ہے۔ کہ جس امر میں مسلمانوں کی بھلائی اور بہبودی ہو۔ اسکی طرف مسلمانوں کو لے جائیں۔ اور جس امر میں انکی تباہی و ہلاکت دینی و دنیوی ہو۔ اس سے پوری طاقت کے ساتھ ان کو ہٹائیں۔ اور منع کریں۔ اور روکیں۔ یہ نہ کوئی مذہبی گناہ ہے۔ نہ قانونی خلاف ورزی۔ نہ اخلاقی جرم ٭

پس تمام دیہات اور قصبات اور امصار میں اس تحریک کو عام کرنے کا باقاعدہ نظام ہونا چاہیے۔ اور وہ اس طرح کہ:۔

ایک مرکزی کمیٹی تحریک چھوت چھات کی بنائی جاوے۔ جو مختلف تجویزوں اور تحریکوں اور طریق عمل سے اس کے فوائد کو تمام تک پہنچاوے۔ اور یہ اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک کہ کامل طور پر ہندوؤں سے چھوت کا عام رواج ہو جائے یا ہندو صاحبان قطعی طور پر مسلمانوں سے چھوت اڑا دیں اسلامی واعظ اور اسلامی پریس پوری تندہی اور متواتر تحریرات اور تقریرات کے ذریعہ اس تحریک کو عام کریں۔ کیونکہ قومی بھلائی کا یہ جزو اعظم ہے ؂

دیکھو ہندو اخبارات باوجود اپنی قوم کے اس قدر صاحب ثروت ہونیکے رات دن یہی رونا رو رہے ہیں۔ کہ ہندو مر گئے۔ ہندو مٹ گئے۔ ہندو گر گئے۔ ہندوؤں کو ہندو سنگھٹن و باہمی اتحاد کی از حد ضرورت ہے۔ تو مسلمانوں کو ایسی تنظیم کی ضرورت بدرجہ اولیٰ ہے۔ اور مسلم سنگھٹن کی ضرورت ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ کیا مسلمان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں کوئی کمزوری نہیں؟ اگر انکا یہی خیال ہے۔ تو یہ انکی جان کا وبال ہے۔ اور اس سے نجات بجز باہمی اتحاد اور تجارتی اقتصاد کے محال ہے۔ اسلئے مسلمان لیڈر جو قوم کا درد رکھتے ہیں۔ اور حقیقی طور پر قوم کے سُود و بہبود کو ذاتی نمود و نمائش پر ترجیح دیتے ہیں میدان عمل میں نکلیں۔ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اور پھر یہ وقت کبھی ہاتھ نہ آئیگا ؂

مسلمان لیڈروں سے خطاب

ہم ان مسلم لیڈروں سے جو میدان سیاست کے گرم رو ممبر ہیں دریافت کرتے ہیں (۱) کیا مسلمان من حیث القوم تجارت میں کمزور نہیں ہیں (۲) کیا تجارت کی فضیلت شریعت اسلام میں نہیں آئی (۳) کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے تجارت کر کے نمونہ سنہرا نہیں دکھلا دیا؟ (۴) کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تعداد کثیر میں تجارت پیشہ نہیں تھے؟ (۵) کیا آئمہ اسلام خصوصاً حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تجارت نہ کرتے تھے؟ (۶) کیا مسلمان غیر مسلموں سے ضروریات زندگی خریدنے پر مجبور نہیں ہیں (۷) کیا غیر مسلم مسلمانوں سے سودا خریدنے میں نفرت نہیں کرتے؟ (۸) کیا غیر مسلم مسلمانوں سے خوردنی اشیاء لیتے وقت چوہڑوں چماروں کا سا برتاؤ نہیں کرتے؟ (۹) کیا غیر مسلم مسلمانوں کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی چیز کو ناپاک نہیں سمجھتے؟ (۱۰) کیا معمولی طلاز مسلمان

میں جسقدر دوسری جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس طرح کبھی تجارتی مقابلہ بھی کیا ہے؟

ان سوالات کا جواب دیکر دیکھ لو۔ کہ پھر تم پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کس طرف لیڈ کرنا چاہئے

عزیز مسلمانو! اگر تمہاری قوم برادران وطن کے دوش بدوش ترقی کرنا چاہتی ہے۔ اور تم بھی اس کو ضروری خیال کرتے ہو۔ تو ہمت کرو اور کھڑے ہو جاؤ۔ اور مسلمانوں کو اپنی تجارتی کمزوری رفع کرنیکے لئے اور اپنی خودداری کو قائم رکھنے کیواسطے اور چوہڑوں چماروں کی طرح ذلیل ہونے سے بچنے کیلئے تمام قوم اور ملک کو تجارتی اتحاد اور چھوت چھات کی بنیاد ڈالنے کیطرف متوجہ کرو۔ اس کیلئے ضروری ہے۔ کہ (۱) ہر شہر کے دوکانداروں کی مردم شماری کرو (۲) مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کرو۔ (۳) تجارت کے خواہاں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرو۔ (۴) نئے دوکانداروں کی تجارت کو وسعت دو۔ (۵) مسلمان دوکانداروں کی پنچایتیں قائم کرو۔ (۶) تجارت کیلئے مقامی کمیٹیوں کے ماتحت سرمایہ فراہم کرو۔ (۷) اپنے اہل وعیال عزیز رشتہ دار۔ دوست احباب۔ اڑوسی۔ پڑوسی۔ عورت۔ مرد بچے۔ بوڑھے۔ سب کے ذہن نشین کردو۔ کہ تم ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانے سے چوہڑے چمار سے بدتر سمجھے جاتے ہو۔ آئندہ یاد رکھو۔ کہ ہرگز ہرگز کوئی ایسی چیز جو ہندو تمہارے ہاتھ سے نہیں لیتے مت خریدو۔ مت کھاؤ۔ مت لو۔ (۸) جو تمہارے اس انتظام کے خلاف کرے۔ اس پر قومی اور اخلاقی جرم کی سزائیں مقرر کرو۔ جو قانون گورنمنٹ کے خلاف نہ ہوں۔ (۹) مسلمان دوکانداروں سے خرید کرنے میں اگر کچھ گرانی کا احتمال بھی ہو۔ تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ بمقابلہ ہندوؤں کے مہنگا دیتا ہے۔ خرید کرنا مت چھوڑو۔ ورنہ کامیابی کی بجائے حوصلہ شکنی اور جگ ہنسائی اور بدنظمی پیدا ہوگی۔

اب میں بعض ایسے اعتراضات کا جواب عرض کرتا ہوں جن کو اس تحریک چھوت چھات اور تجارت کے متعلق پیش کرکے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کی جائیگی۔

پہلا اعتراض مسلمانوں کو تجارت کرنی آتی نہیں۔ نہ ان کے پاس سرمایہ ہے۔ تجارت کیلئے ہزاروں روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے مسلمان کس طرح دوکانیں کھول لیں۔

جواب:۔ یہ اعتراض دراصل پست ہمتی اور کوتاہ بینی اور کم فہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ جن دکانوں کے کھولنے کی سردست ضرورت ہے۔ وہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ جن کے واسطے نہ ہزارہا روپیہ کی ضرورت ہے۔ نہ کسی بڑی تعلیم کی حاجت۔ بہت تھوڑے تھوڑے سرمایہ سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ایک ہندو بچہ چار آنہ کے چنے (نخود) لیکر اور ہم رکے آلو اور ہم رکے کچالو اور ہم رکا نمک مرچ اکٹھا خرید کر کل کل ایک روپیہ سے تجارت کرنے لگتا ہے۔ اور چند سالوں میں ایک بڑا حلوائی بنکر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح پکوڑے اور دوسری نمکین خوردنی اشیاء کی دوکان کیلئے معہ سامان متعلقہ پچاس روپیے سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح مٹھائی وغیرہ پوری۔ کچوری حلوے کی دوکان کے لئے زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ میں کام چل جاتا ہے۔ اسی طرح دودھ دہی وغیرہ کی دوکان کے لئے۔ اگر دودھ والوں کو جن سے دودھ لیکر فروخت کیا جاتا ہے۔ اور جو وہ بھی مسلمان گوجر ہیں۔ کچھ پیشگی دینا پڑے تو بڑی دوکان ہزار روپیہ میں اور اوسط درجہ کی پانسو میں۔ اور معمولی دو سو روپیہ میں ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی آٹے دال گھی وغیرہ کیلئے دو سو روپیہ کا سرمایہ کافی ہو سکتا ہے۔ پس ان ضروری دوکانوں کیواسطے مسلمان ایسے گئے گذرے نہیں۔ کہ سرمایہ بہم نہ پہنچا سکیں۔ صرف عزم اور ارادہ اور استقلال اور ہمت کی ضرورت ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ہر شخص اپنی اپنی حیثیت مالی کے مطابق تجارت کر سکتا ہے۔ لہذا یہ اعتراض کوئی قابل وقعت اور باوزن نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمان دوکاندار ہندوؤں سے مہنگا سودا دیتے ہیں۔ اس لئے مجبوراً ہندوؤں سے لینا پڑتا ہے۔

جواب:۔ یہ بھی نہایت غلط اور بیہودہ خیال ہے۔ ہماری جماعت قادیان عرصہ چار سال سے تمام ضروری اشیاء مسلمانوں سے خرید کر گذارہ کر رہی ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی جولاعلاج ہو۔ اور دندانہ ہو۔ سوائے اس صورت کے جو ناتجربہ کاری سے کوئی مسلمان خرید و فروخت کا کام نہ جاننے کی وجہ سے اپنا مال ہی ایسا گراں خرید لائے جس کو بازاری نرخ پر مہنگا کہا جائے مگر میں اس اعتراض کو تھوڑی دیر کیلئے تسلیم کر کے جواب دینا چاہتا ہوں۔ سنئے اور غور کیجئے؟

فرض کرو۔ کہ ایک محلہ یا ایک گاؤں میں ہندو اور مسلمانوں کی آبادی بالکل مساوی ہے۔ اور اس میں ایک ہندو دوکاندار ہے۔ اور دوسرا مسلمان۔ مگر چھوت کے قاعدے کے مطابق ہندوؤں کی کل آبادی تو ہندو دکاندار سے خرید و فروخت کریگی۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں کا بہت سا حصہ بھی ہندو ہی سے خریدیگا۔ اس مسلمان کے حصہ میں صرف چند گھر مسلمانوں کے رہیں گے۔ جو خرید و فروخت کرینگے۔ اس صورت میں مسلمان دکاندار کس طرح اپنے حریف کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ہندو اگر پندرہ روپیہ کا دن بھر میں سودا خرید و فروخت کریگا۔ تو مسلمان بیچارہ کل پانچ روپیہ کا۔ اور ہندو دکاندار ایک آنہ فی روپیہ منافع کے حساب سے پندرہ آنہ یومیہ کمائیگا۔ مگر مسلمان کو صرف پانچ آنہ روز بچینگے۔ جس سے لازمی طور پر منافع کی قلت اور بکری کی کمی سے وہ مجبور ہوگا۔ کہ ہندو کی نسبت کچھ زیادہ منافع لے۔ یہاں تک کہ اگر ڈیڑھ آنہ فی روپیہ بھی منافع حاصل کرے۔ تو تب بھی وہ ہندو دکاندار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی بکری کم ہے۔ ہاں اگر تمام مسلمان آبادی بھی چھوت پر عمل کر کے ہندوؤں کی طرح اسلامی دوکان سے ہی خرید کرے۔ جیسا کہ ہندو آبادی کر رہی ہے۔ پھر اگر مسلمان دکاندار گراں فروشی کرے تو وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ہے۔ پس یہ سب ہماری اپنی کمزوری اور بے سمجھی اور قوم کشی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم خود اپنی اسلامی دوکان کو گرانے اور نقصان اُٹھانے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ ورنہ ہم میں سے کسی کو اس قسم کے اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور نہ مسلمان دوکاندار خسارہ میں رہیں ؎

ہندوؤں کا طرزِ عمل

دیکھ لو۔ ہندو لوگ جو چیزیں ہم سے لیکر کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں بھی مسلمان دوکانداروں سے لیکر استعمال نہیں کرتے۔ خواہ کتنی بھی ارزاں اور سستی مسلمان دوکاندار اُن کو دیں۔ وہ نہ ارزاں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خرید کر کھاتے ہیں۔ اور نہ مفت لینے کے روادار بنتے ہیں ؎

پھر کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ ہم نہایت خفیف شکایت کی وجہ سے جو وہ بھی ہماری ہی پیدا کردہ وجوہات کی بناء پر ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی دوکانوں سے رُوگردانی کر لیتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے فائدہ کی خاطر ہندوؤں کی ناپاک چیزیں بھی خرید کر کھاتے ہیں۔ اور اپنی ذلت اور بےعزتی

بھی کرتے ہیں۔ کاش ہم میں اتنی ہی غیرت اور حمیت ہوتی جتنی کہ ہماری ہمسایہ قوم ہندوؤں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کاش ہم میں قوم پروری اور خودداری کا اتنا ہی مادہ ہوتا جتنا کہ ہندوؤں میں نظر آتا ہے۔ تو ہم کو آج اقوام عالم میں یہ رسوائی یہ ذلت یہ بے عزتی کا تمغہ نہ ملتا ؛

تیسرا اعتراض بعض اصحاب یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ہم کو مسلمان دوکانداروں سے ہر قسم کی ضروری چیزیں نہیں مل سکتیں۔ اسلئے مجبوراً ہم کو ہندوؤں کی دوکانوں پر جانا پڑتا ہے ؛

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ گو بظاہر یہ اعتراض کسی قدر وزنی ہے۔ مگر اس کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو لاینحل نہیں۔ اس کا تدارک ہماری تھوڑی سی توجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ ضروریات زندگی کیا ہیں۔ سو واضح ہو۔ کہ وہ صرف دو قسم کی ہیں۔ ایک ضروری ہیں۔ جن کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری غیر ضروری ہیں۔ جن کے نہ ملنے سے ہم نہ مر جاتے ہیں۔ نہ کسی ناقابل برداشت تکلیف یا نقصان میں پڑ جاتے ہیں۔

پہلی قسم کی چیزیں کم و بیش ہر جگہ مسلمانوں سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اگر سوء اتفاق سے کوئی شہر یا قصبہ یا گاؤں ایسا ہو۔ جہاں باوجود مسلمانوں کی اچھی آبادی ہونے کے بھی مسلمان دوکاندار نہیں ملتے۔ تو ہم کو اس کا خود بندوبست کرنا چاہیئے۔ ہر جگہ مالدار۔ ہمدرد اسلام و قوم اور باہمت مسلمان موجود ہیں۔ اگر دس بیس مسلمان ملکر کوئی کام کرنا چاہیں تو ممکن نہیں۔ کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوں ؛

اگر مسلمانوں میں زمانہ شناسی کا مادہ اور قوم پروری کا جوہر ہو۔ تو ایسی تکلیفیں چند دنوں میں رفع ہو سکتی ہیں۔ جب مسلمان ہندوؤں سے ایسی ہی چھوت چھات اور تنفر اور علیحدگی اختیار کرینگے جیسا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے رکھی ہے۔ تو مسلمان دوکاندار بھی خود متوجہ ہونگے۔ کہ تمام ضروریات کے بہم پہنچانے میں لگ جائیں۔ اور پھر خود ایسی شکایتیں رفع ہو جائیں گی ؛

برادران اسلام :۔ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ ہم خود اپنے آپ کو سنبھالنے اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل بنائیں۔ اپنے نیک و بد نفع و نقصان کو سوچ کر اس کا تدارک کریں ؛

خدارا ذرا انصاف سے کہنا کہ اگر ہم لوگ اپنی کمائی کا روپیہ اپنی ہی قوم و ملت کے ہاتھ میں دیکر

اپنی بھی پرورش کریں۔ اور اپنی قوم کے بعض افراد کو بھی اس سے فائدہ پہنچائیں۔ تو ہمارے واسطے بلحاظ قومیت اور اسلامی ہمدردی کے یہ بہتر ہے۔ یا یہ کہ اپنی کمائی سے غیر اقوام کو فائدہ پہنچا کر اپنے ہم قوموں کی تباہی اور افلاس کا باعث بنیں۔ اور خود ذلیل و بے عزت بھی ہوں۔ برادران وطن کی نظروں میں حقیر چوہڑے چمار سؤر کتے کے برابر بھی سمجھے جائیں؟

اس وقت مسلمانوں کی عدم توجہ اور سہل انگاری کی وجہ سے ہماری ہر ایک کمائی کا روپیہ ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جا رہا ہے۔ اور مسلمان روز بروز افلاس و تباہی کے کنارے پر پہنچ رہے ہیں ؛

اے اللہ تو امت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے کارساز تو مسلمانوں کی بگڑی کو بنا دے۔ اے رحیم تو مسلمانوں کو دین اور دنیا کی وہ سمجھ عطا فرما۔ جو تو نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بخشی تھی۔ تو انکی مدد کر ان کے دلوں میں سچا اسلام ڈال دے۔ انکے حال و قال کو مومنانہ بنا دے۔ یہ مٹ رہے ہیں۔ یہ ذلیل ہو رہے ہیں۔ یہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں ۔

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

پیارے ناظرین! میں نے اپنے دلی جذبات کو اپنی ٹوٹی پھوٹی تقریر میں بیان کر دیا ہے۔ دیگر ذی علم اصحاب اس سے بہتر سے بہتر مضامین لکھکر جس طرح بھی بنے مسلمانوں کو اس بیعزتی کی زندگی سے جو چھوت چھات کی بدولت ان کی گذر رہی ہے دور کر کے عند اللہ و عند الناس مشکور ہوں ؛

آخر میں میں جمیع اسلامی اخبارات اور سچے ہمدرد اسلام ایڈیٹروں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے گرامی اور معزز جریدوں کے ذریعے اور رسالجات کے ذریعے مسلمانوں میں اس تحریک کو عام کرنیکی سعی و کوشش کریں۔ جس قدر خدا نے انکے قلم اور زبان میں طاقت دی ہے۔ اور یہ ان کا قومی فرض ہے۔ کیا میں امید کروں۔ کہ وہ میری اس ناچیز تحریک پر لبیک کہکر ثواب حاصل کرینگے۔ کوئی صاحب یہ نہ دیکھے۔ کہ اس کے لکھنے والا اور محرک کون ہے۔ صرف یہ دیکھیں کہ تحریک بابرکت اور مفید ہے یا نہیں۔ اور لکھنے والا کہتا کیا ہے۔ اے خدا سب توفیقیں تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ تو ہی سب تحریکوں کو کامیاب کرنیوالا ہے۔ میری اس عرض کو بھی قبولیت عامہ کا شرف بخش۔ آمین۔ والسلام۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۳ء

خیر خواہ و خادم قوم:- خاکسار قاسم علی ایڈیٹر فاروق۔ قادیان دارالامان

(فاروق پریس قادیان باہتمام میر قاسم علی پرنٹر چھپا (مارچ ۱۹۲۸ء)

مختصر فہرست کتب ردّ آریہ سماج

حدوث روح و مادہ

اس کتاب میں آریوں کے مسئلہ قدامت روح و مادہ کی ایسے طرز سے تردید کی گئی ہے۔ کہ ان کے تمام دلائل لکھکر ہر ایک دلیل کا مکمل و مفصل ردّ لکھا گیا ہے۔ اور مسئلہ تناسخ و نجات و بہشت و دوزخ وغیرہ دیگر اسلامی مسائل کی صداقت میں پُر زور دلیلیں دی گئی ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے والے آریہ کو پانسو روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ اور عام فہم بیان ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے ٭ محصولڈاک علاوہ ٭

آئینہ اسلام

آریوں کے مختلف اعتراضوں کا جواب اس کتاب میں لکھا گیا ہے۔ اور اسلام کی صداقت کا زبردست ثبوت دیا گیا ہے۔ قیمت صرف بارہ آنہ ٭

چشمۂ ہدایت

اس کتاب میں خدا تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت اور اسلام کے خدا پر جو آریوں نے اعتراض کئے ہیں۔ ان کا مکمل جواب اور تناسخ اور روح و مادہ کی قدامت کا ردّ نئے طرز سے کیا گیا ہے۔ قیمت صرف پانچ آنہ ٭

کیفیت وید

اس میں بڑے عام فہم اور موٹے دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آریہ مذہب عالمگیر نہیں ہے۔ صرف اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے قیمت صرف پانچ آنہ ٭

مشین گن

آریوں کے ویدوں کا غیر الہامی ہونا۔ اور ان پر دس ایسے اعتراضات کئے گئے ہیں۔ جن کا جواب آج تک نہ آریوں سے ہو سکا۔ اور نہ آئندہ تاقیامت ہوگا۔ جواب کے لئے دوسو روپیہ انعام کا آریوں کے نام اشتہار ہے

قیمت صرف چار آنہ ؎

پیدائش عالم آریوں کا دعویٰ ہے۔ کہ دنیا کے سلسلہ کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔ ان کے اس غلط عقیدہ کی ان کی کتابوں سے عقلی دلائل سے تردید کی گئی ہے۔ قیمت صرف تین آنہ ؎

ویدک توحید کا آئینہ آریوں نے جو تعلیم خدا کے متعلق پیش کی ہے۔ اس کی غلطی کا اظہار کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ویدوں کی توحید بالکل شرک آمیز ہے اور ویدوں میں خدا کا ثبوت کوئی نہیں۔ قیمت صرف دو آنہ ؎

ردّ تناسخ آریوں کے مسئلہ تناسخ کی لاجواب تردید۔

قیمت صرف تین آنہ ؎

تنبیہہ زباندراز غلام حیدر مرتد نے آریہ ہو کر افشاء راز ایک رسالہ میں اسلام کے خلاف زباندرازی کی تھی۔ اس کا ترکی بترکی جواب دندان شکن اس رسالہ میں ہے۔ قیمت صرف ڈیڑھ آنہ ؎

ایک مسلمان کا پیغام اذان پر جو اعتراضات ہندو اور سکھ لوگ کرتے ہیں۔ اس کا مکمل جواب ہے۔ قیمت صرف ۲ر ؎

گائے کی عظمت پر تحقیقی نظر ہندو جو گائے کی پرستش کرتے ہیں۔ اسکی اصلیت ظاہر کی گئی ہے۔ کہ در اصل یہ بد رسم پرستش گائے کی فرعون مصر سے شروع ہوئی۔ اور ہندوؤں نے مصر سے یہ تعلیم حاصل کر کے ہندوستان میں آکر پھیلائی۔ قیمت صرف ایک آنہ ؎

نوٹ:۔ محصولڈاک جملہ کتب کا بذمہ خریدار ہوگا ؎

المشتہر

مینجر فاروق بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

